جنت میں داخلے اور جہنم سے دوری کے اسباب

عن ابی ایوب رضی اللہ عنہ قال:

أَنَّ أَعْرَابِيًّا عَرَضَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ فِيْ سَفَرٍ فَأَخَذَ بِخِطَامِ نَاقَتِهِ أَوْ بِزِمَامِهِ ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَوْ يَا مُحَمَّدُ! أَخْبِرْنِيْ بِمَا يُقَرِّبُنِيْ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَا يُبَاعِدُنِيْ مِنَ النَّارِ ...... فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:

((تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ)) [مسلم:۱۳]

''ابی ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسولِ مکرم ﷺ سفر میں جا رہے تھے کہ ایک دیہاتی سامنے آیا اور اس نے آپ ﷺ کی اونٹنی کی رسی یا نکیل پکڑ کر کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! (یا یوں کہا: اے محمد ﷺ) مجھے وہ چیز بتلایے جو مجھے جنت کے نزدیک اور جہنم سے دور کر دے...... نبی معظم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو، اور صلح رحمی کرو۔'' (یعنی عزیزوں رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اگر وہ برا سلوک کریں یا ملاقات ترک کر دیں تو تم نیکی کرتے رہنا اور ان سے ملتے رہنا۔)

[ابوعمار عبدالرحمٰن بلتستانی]

ابوعمار عبدالرحمٰن بلتستانی

صلہ رحمی

﴿ وَ الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴾ [الرعد:۲۱]

''اور اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ انھیں جوڑتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور حساب کی سختی کا اندیشہ رکھتے ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو عقل مند قرار دے اُن کی چند خوبیاں گنوائیں ہیں، اُن میں سے ایک صلہ رحمی ہے۔ آیت کے الفاظ ہیں: ﴿يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ﴾ یعنی وہ رشتوں اور قرابتوں کو توڑنے کی بجائے ان کو جوڑتے ہیں۔

قرآن وحدیث میں صلہ رحمی کی بہت تاکید اور فضیلت آئی ہے۔ لیکن آج کل مسلمان صلہ رحمی کو قطعاً اہمیت نہیں دیتے۔ ہمارے معاشرے میں یہ بیماری عام ہے کہ اگر ایک مسلمان کسی دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کرے تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں، اگر برا سلوک کرے تو ردّ فعل کے طور پر وہ بھی برا سلوک کرتے ہیں یعنی اچھائی کا بدلہ اچھائی، برائی کا بدلہ برائی۔ یہ بالکل غلط ہے کیوں کہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴾[حم السجده:۳٤]

''برائی کا جواب ایسے طریقے سے دو جو سب سے اچھا ہو، اگر تم ایسا کروگے تو وہ شخص جو تمہارا دشمن ہے ایسا ہو جائے گا گویا وہ تمہارا گہرا دوست ہے۔'' یعنی آدمی برائی کو بھی بھلائی سے دور کرے تو وہ دشمنی دوستی میں بدل جاتی ہے۔

جو لوگ کسی کے اچھا سلوک کرنے پر اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں، برا سلوک کرنے پر اس کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں تو اس کو اللہ کے رسول ﷺ نے صلہ رحمی ہی نہیں قرار دیا بلکہ فرمایا:

((لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلُ الَّذِيْ اِذَا انْقَطَعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا)) [ترمذی:۱۹۰۸ وقال حسن صحيح]

''صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں کہ بدلہ دے (نیکی کا) بلکہ وہ ہے کہ جب اس کا ناتا کاٹا جائے تو وہ جوڑے اس کو۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّـةَ قَاطِعُ رَحِمٍ)) [مسلم:۲۵۵٦] ''قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت ہے:

" بَابَانِ يُعَجَّلَانِ فِي الدُّنْيَا: اَلْبَغْيُ وَقَطِيْعَةُ الرَّحِمِ " [الصحيحه:۱۱۲۰، ادب المفرد، رقم:٦٧، ص:٤١]

''دو گناہ ایسے ہیں جن کی دنیا میں فوراً سزا ملتی ہے: ظلم اور قطع رحمی۔''

فہرست

قطع رحمی کی مذمت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾

[الاحزاب:۵۳]

''اور اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے انھیں کاٹتے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔''

صلہ رحمی کی اہمیت

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال رسول الله ﷺ

((اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ)) [مسلم:۲۵۵۵]

''ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ناتا عرش سے لٹکا ہوا ہے اور کہتا ہے جو مجھ کو ملا دے اللہ اس کو اپنے سے ملائے گا اور جو مجھ کو کاٹے اللہ اس کو اپنے سے کاٹے گا۔''

برے ہمسایہ سے بچنے کے لیے دعا

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم برے ہمسایہ اور برے پڑوس سے اللہ کی پناہ مانگتے رہو اور یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ جَارِ السُّوْٓءِ فِيْ دَارِ الْمُقَامَةِ فَاِنَّ جَارَ الْبَادِيَةِ يَتَحَوَّلُ .

''الٰہی! میں تیری پناہ چاہتا ہوں برے ہمسائے سے سکونت کے گھر میں کیوں کہ جنگل کا ہمسایہ تو جدا ہوتا ہے مگر سکونتی گھر کا پڑوسی زندگی بھر کا کینہ جلن ہے۔'' [نسائی:۵۵۰۴]

دَل دَل سے نجات

اداریہ ═══ محمد سلیم چنیوٹی

پاکستان کا قیام جن عظیم قربانیوں اور جدوجہد ہائے گوناگوں سے ہوا، اس کا واحد مقصد صرف اور صرف یہی تھا کہ یہاں کے باسی اپنی زندگی کے تمام امور اپنے آئین، اپنے اختیارات اور اپنی آزادی وخودمختاری کے تحت سرانجام دیں گے۔

اس قائم ہونے والی مملکت کے لیے ہمارے بڑوں اور اس کے قیام کی خواہش کرنے والوں نے جس طرح اپنے مال، جان اور جاگیروں کی قربانیاں دی تھیں، تاریخ میں وہ ایک روشن باب کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اگست ۱۹۴۷ء کے پاکستان اور آج یعنی تادمِ تحریر (اگست ۲۰۰۸ء) کے پاکستان میں کتنا فرق آ گیا، کتنے خاندان اجڑنے کے بعد، کتنے بچوں کے نیزوں کی انیوں پر پروئے جانے اور سینکڑوں نہیں ہزاروں دوشیزاؤں کی عصمت لٹ جانے کے بعد حاصل کیے گئے پاکستان میں کتنا فرق آ گیا......!

۱۹۴۷ء میں جب پاکستان نقشہ عالم پر ابھرا تھا، اپنے مقدر سے بچ جانے اور محفوظ رہ جانے والے جو افراد وخواتین اور بچے سرزمین پاکستان میں داخل ہوئے تھے تو اُن کے ذہن میں ایک طرح کا اطمینان اور سکون آ گیا تھا کہ اب ہم ایک طمانیت سے رہ سکیں گے۔ اب ہمیں ہر طرح کی راحت وآرام اور معاشی وسماجی امن نصیب ہوجائے گا۔ دینی واخلاقی اقدار پروان چڑھیں گی اور یہ بھی یقین ہوگیا تھا کہ ہر طرف امن وآشتی ہوگی، بھائی چارے اور انصاف کا دور دورہ ہوگا، ڈکیتی وراہ زنی اور قتل وغارت نہیں ہوگی، ناجائز قبضے اور اندھے قوانین سے واسطے نہیں پڑیں گے۔

....

پاکستان بنانے والوں کی نیتوں کا بھید تو اللہ کریم جل وعلا کے سوا کوئی نہیں جانتا، البتہ اس کے قیام کے لیے اور اس ملک کے نام پر مرمٹنے والوں نے جس طرح کوششیں کیں وہ خریطۂ عالم پر ہمیشہ تابندہ رہیں گی۔

ہندو اور مسلم یقیناً دو الگ الگ قومیں ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے وقت یہ دونوں قومیں اکٹھی تھیں اور انھوں نے اپنے وطن ہندوستان کو انگریز سامراج سے آزاد کرانے کے لیے مشترکہ جدوجہد کی تھی۔ جنگ آزادی میں ہندوستانی قوم کے اتحاد کے سبب انگریز سامراج برصغیر چھوڑنے پر مجبور ہوگیا تھا مگر جاتے جاتے یہاں کے عوام کو ''تحفتاً'' ایسے گھمبیر مسائل سے دوچار کرگیا کہ آج تک ان مسائل سے پاکستانی قوم کو چھٹکارا نہیں مل سکا۔

حکومت پاکستان اگست کی ۱۴۔ تاریخ کو آزادی کا دن منانے کا اہتمام کرتی ہے جب کہ بھارتی حکومت ۱۵/ اگست کو۔ پاکستان اور بھارت کی تہذیب وثقافت، رہن سہن اور غمی وخوشی جیسے زندگی کے کئی طور طریقوں میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان کو آزادی دی گئی تو انگریز سامراج نے اس تقسیم میں ہرممکن بددیانتی کی۔ پانی کی تقسیم میں ناانصافی، علاقوں کی تقسیم میں ناانصافی کہ مسلم اکثریت کے علاقے لکھنؤ، امرتسر، گورداس پور، فیروز پور وغیرہ جان بوجھ کر بھارت کا حصہ بنا دیئے گئے۔ جموں وکشمیر کا وہ علاقہ جو مسلم اکثریت ہونے کے اصول پر پاکستان کا حق بنتا تھا وہ حق اسے نہ دیا گیا۔ اسی مسئلے کی وجہ سے پاکستان اور بھارت کے مابین ایک سے زیادہ جنگیں (۴۸، ۶۵، ۷۱ء) بھی ہوچکی ہیں۔ ''ریاست کشمیر'' کو آزاد کشمیر اور آزاد جموں وکشمیر دو حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد اسے لاینحل مسئلہ بنا دیا گیا۔ اب یہ

بات سب کی سمجھ میں آ رہی بلکہ آ چکی ہے کہ مسئلہ کشمیر پاکستان کو غیر مستحکم رکھنے کی ایک سامراجی سازش تھی کہ جب بھی پاکستان مسئلہ کشمیر کے حل کے قریب پہنچ پاتا ہے تو سامراج اپنی دسیسہ کاریوں کو بروئے کار لا کر پاکستان کو نئے بحران سے دوچار کر دیتا ہے اور نئے مسائل کھڑے کر کے مسئلہ کشمیر کو اندھے کنویں میں ڈال دیا جاتا ہے۔

ماضی کے تمام حالات وکوائف پر غور کرنے سے یہی نظر آتا ہے کہ یہ مسئلہ کشمیر ہی ہے جس سے دیگر مسائل جڑیں پکڑتے رہے ہیں اور اسی آڑ میں پاکستان کو ہمیشہ غیر مستحکم کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔

....

پاکستان نے اوّلاً اپنی توانائی کی ضروریات اور ثانیاً اپنے دفاع کی خاطر ایٹم بم بنایا، یہ ایٹم بم ٹیکنالوجی میں کسی اسلامی ریاست کی پہلی پیش رفت تھی۔ بھارتی دھمکیوں اور اس کے بڑھتے ہوئے جارحانہ عزائم کے پیش نظر ۲۸ رمئی ۱۹۹۸ء میں میاں نواز شریف کی حکومت نے بھرپور بیرونی دباؤ کے باوجود ایٹمی دھماکے کیے تو بھارت، اسرائیل اور امریکا ایک انجانے خوف اور وہم میں مبتلا ہوگئے اور ''الکفر ملة واحدة'' کے مصداق فوری طور پر امریکیوں نے پاکستان پر اقتصادی پابندیاں لگا دیں جن کا مقصد پاکستان کو دباؤ تلے ***(Under Pressure)*** رکھنا اور پاکستانی معیشت کو زِک پہنچانا تھا۔ عالم کفر کے ان تمام جارحانہ فیصلوں کے باوجود پاکستان نے اپنا سفر جاری رکھا تا آں کہ امریکا کو حکومت کے لیے ایک نیا مہرہ دستیاب ہوگیا جس کے ہاتھوں اس نے حکومت دینے کا فیصلہ کرلیا۔ چناں چہ تھوڑی سی ہل چل کے بعد ۱۲/ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو میاں محمد نواز شریف کی حکومت ختم کر کے آرمی چیف خود اقتدار کے سنگھاسن پر براجمان ہوگئے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس ایک شخص ہی کے ''طفیل'' انتہائی تیزی کے ساتھ پاکستان کی رجعت قہقریٰ شروع ہوئی، اور اس وقت پاکستان بدترین معاشی بحران اور تاریک تر غیر یقینی کی راہ پر گامزن ہوگیا۔

مسئلہ کشمیر کو بگاڑنے کے لیے کارگل جیسے معرکے کو غلط انداز میں شروع کیا گیا، جہاں پاکستانی فوج کے بے شمار جوان مرتبہ شہادت سے سرفراز ہوگئے۔ اسی دور میں پاکستان پر شکنجہ مزید کسنے کے لیے افغانستان پر امریکی یلغار کروائی گئی، جہاں ہزاروں بچوں، بوڑھوں اور بے شمار عورتوں کو آتش وآہن سے نشانہ بنایا گیا۔

آج ہم بحران در بحران سے دوچار ہیں کہیں لال مسجد کا سانحہ ہے، کہیں باجوڑ، مالم جبہ، سوات، مہمند ایجنسی اور قبائلی علاقوں میں یلغاریں ہیں، کہیں مہنگائی کے طوفان ہیں۔ کہیں اربوں کے قرضے ہڑپ کرنے کی وارداتیں ہیں، کہیں اغواء، ڈاکے، اغوا برائے تاوان ہیں، کہیں امریکی عقوبت خانے آباد کرنے کے لیے اپنی قوم کے افراد وخواتین وہاں بھیجے جا رہے ہیں، کہیں شوکت عزیز کے ذریعے معیشت برباد کروائی گئی، کہیں انصاف کا گلا دبانے کے لیے چیف جسٹس کو معزول کر کے نئے قانونی بحران پیدا کیے گئے ہیں۔ گویا اس وقت ہر محکمہ، ہر ادارہ اور جملہ مالیاتی ادارے معطل ومفلوج ہو کر رہ گئے ہیں۔

پاکستانی کرنسی مسلسل تنزل کا شکار ہے، پٹرول کے ساتھ ساتھ ہر چیز مہنگی ہو کر ''آگ'' سی لگتی محسوس ہو رہی ہے۔ غریبوں کے چولہے ٹھنڈے ہونے کی وجہ سے خودکشیوں اور خودسوزیوں میں روز بہ روز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

''کس کس کو روؤں، کس کو پیٹوں میں'' کے مصداق یہاں ہر چیز انوکھی اچنبھی اور ڈراؤنی سی ہو رہی ہے۔

بہر حال اللہ کریم ہمارے ملک اور ملت پر رحم فرمائے، ہم کو من حیث القوم، توبہ، مغفرت اور انابت کی توفیق سے نوازے۔ پاکستان جسے پاکستان کے باسی لا الٰہ الا اللہ کے معنوں سے یاد کرتے ہیں، کو اللہ کریم ظالموں کے ظلم اور شریروں کے شر سے محفوظ فرمائے اور کوئی اچھی سی سبیل اس ملک کی سالمیت کے لیے پیدا فرما دے تاکہ آئندہ کے لیے یہاں کے حالات ***(Normal)*** بہتر کہے جا سکیں اور عوام وخواص موجودہ بے چینی وبے سکونی کی دَل دَل سے نجات پالیں۔ ''یا اللہ، یا رحمان، یا حی قیوم، یا ارحم الراحمین''

☆ اصحاب الفروض کے لیے وصیت، ☆ فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا، ☆ عذاب قبر کے متعلق دو سوال

☆ متعدد مجلسوں میں طلاق، ☆ مطالبہ پر طلاق، ☆ ایک سوال کی وضاحت

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ خان مدنی صاحب

سوال: شریعت مطہرہ کی روشنی میں واضح فرمایا جائے کہ کیا اصحاب الفروض کے لیے وصیت کرنا جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو پھر سورۂ نساء کی آیت میں آمدہ لفظ ''**قنطارا**'' سے کیا مراد ہے؟ اس سے مراد مال وراثت ہے، عام عطیات ہیں یا حق مہر؟ وضاحت مطلوب ہے۔ [محمد اسحاق ظفر گوندلاں والا]

جواب: قرآنی لفظ ''**قنطار**'' سے مراد تفسیر طبری اور قرطبی کے مطابق مالِ کثیر حق مہر ہے۔ ان الفاظ میں اصحاب الفروض کے لیے وصیت کا مسئلہ بیان نہیں ہوا، ویسے عام حالات میں اصحاب الفروض کے لیے وصیت نہیں الا یہ کہ ورثاء رضا مندی کا اظہار کریں۔

سوال: اللہ تعالیٰ کے حضور فرض نماز کے بعد یا عام حالات میں انفرادی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے متعلق احادیث اور قرآن پاک کا حوالہ دے کر مشکور فرمائیں۔

جواب: فرض نماز کے بعد کسی سبب کی بنا پر یا کسی بھی دوسرے موقعے پر کبھی اجتماعی دعا کرلی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ صحیح بخاری وغیرہ میں دیہاتی کا قصہ مشہور ومعروف ہے۔ آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ ہاتھ اٹھائے تو اللہ تعالیٰ نے بارش برسا دی۔

اور اگر کوئی فرضوں کے بعد ویسے ہی انفرادی دعا کرنا چاہے تو اس کا بھی جواز ہے۔

مجمع الزوائد [۱۰/۱۷۲] کی ایک روایت میں ہے، عبداللہ بن زبیر نے ایک شخص کو سلام پھیرنے سے پہلے ہاتھ اٹھائے دیکھ کر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے فراغت کے بعد ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ مؤلف نے کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ عمومی حالات میں قریباً تیس (۳۰) روایات سے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو حافظ منذری کی ''جزء'' اور ''فض الوعاء'' للسیوطی اور فتح الباری وغیرہ۔ اس بارے میں صاحب تحفۃ الاحوذی اور شیخ محمد بن عبدالرحمٰن یمانی اپنی کتاب ''سنیۃ رفع الیدین'' میں فرماتے ہیں: ''اگر کوئی انفرادی طور پر نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ لے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔''

سوال: کیا قبر میں گناہ گار آدمی کو عذاب ہوتا ہے؟ کیا قبر میں سوالات ہوں گے؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں جواب مطلوب ہے۔

جواب: امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں باب باندھ کر قرآنی آیات اور احادیث سے عذابِ قبر ثابت کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ قریباً ہر نماز میں عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ [ملاحظہ ہو صحیح بخاری، کتاب الجنائز، تفصیلی بحث الاعتصام میں کئی دفعہ شائع ہوچکی ہے۔]

سوال: قبر میں اچھے انسان اور برے انسان کو سزا اور جزا دی جاتی ہے؟ میں نے خصوصاً قبر کے حوالے سے دریافت کیا ہے۔

[شوکت حیات نسیم، ٹوبہ ٹیک سنگھ]

جواب: قبر میں جزا وسزا برحق ہے۔ جملہ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو [مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر] مسئلہ ہذا پر تفصیلی گفتگو کئی دفعہ الاعتصام میں شائع ہوچکی ہے۔

سوال: میرا داماد سعودی عرب میں ہے۔ اُس نے ڈیڑھ ماہ پہلے میری بیٹی کو ٹیلی فون پر طلاق دی پھر ۱۲ جولائی کو تین طلاقیں اکٹھی دیں۔ پھر اُس نے میری بیوی کو ۲۰ جولائی کو کہا کہ میں نے تمہاری

بیٹی کو طلاق دی، طلاق دی۔ اب مجھے قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بتایا جائے کہ آیا یہ حتمی طلاق واقع ہوگئی یا ابھی کوئی گنجائش ہے؟ جس دن اُس نے تین طلاقیں دیں اُس دن میری بیٹی ناپاک حالت میں تھی یعنی ۱۲ جولائی کو۔ [محمد عارف کھوکھر، لاہور]

جواب: مذکورہ بالا صورت میں تینوں طلاقیں ہوچکی ہیں رجوع کی گنجائش نہیں ﴿حتی تنکح زوجا غیرہ﴾

سوال: میری بیوی نے طیش میں آکر مجھ سے طلاق کا مطالبہ کیا تو میں نے زبانی طور پر اس کو کہہ دیا کہ میں نے تم کو طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی۔ مزید اس نے کہا کہ مجھ کو لکھ کر دو۔ خود ہی قلم لائی اور ایک پرانا شادی کارڈ جس پر میں نے تحریر کر دیا کہ اس کے مطالبے پر اس کو طلاق دیتا ہوں۔ اس واقعہ کو چودہ پندرہ روز ہوگئے ہیں اور جب سے وہ اپنے والدین کے گھر ہے۔ اب بارہا اس پر معافی مانگ چکی ہے اور شرمندہ ہے اور اپنا گھر آباد رکھنا چاہتی ہے۔ میں بھی اس کو بطور اپنی بیوی شریک حیات رکھنا چاہتا ہوں۔ اگر شرع اجازت دیتی ہے تو قرآن وسنت کی روشنی میں میری راہنمائی فرمائیں۔ [محمد فاروق اکبر]

جواب: بالا صورت میں راجح مسلک کے مطابق ایک مجلس کی تین طلاقیں طلاق رجعی واقع ہوتی ہیں۔ لہٰذا اس صورت میں عدت کے اندر رجوع اور عدت گزرنے کی صورت میں دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔



وضاحت

①...... رواں جلد کے شمارہ ۳۱ میں ص:۱۸ پر احکام ومسائل کے ضمن میں سوال نمبر ④ اور ⑤ کے جوابات اوپر نیچے ہوگئے ہیں، انھیں درست کرلیا جائے۔

②......سوال نمبر ④ کا جواب غلط چھپ گیا ہے وہ دراصل اس طرح ہے۔

سوال: نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت کے ستر ہزار آدمی بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔ پھر آپ ﷺ اور زیادہ کے لیے دعا فرمائیں گے پھر اللہ تعالیٰ ہر آدمی کے ساتھ مزید ستر ہزار کا اضافہ کردیں گے۔

درست جواب: ستر ہزار کا ذکر صحیح بخاری وغیرہ میں موجود ہے اور ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار کا ذکر بھی بعض روایات میں موجود ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو فتح الباری میں جید قرار دیا ہے۔ [فتح الباری، ج:۱۱، ص:۴۹۹]

اور صاحب مشکوٰۃ نے مسند احمد، ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالے سے ایسی روایت نقل کی ہے، علامہ البانی رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ کے حاشیے پر اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بعض دیگر طرق فتح الباری میں بھی ذکر کیے ہیں لیکن ان میں سے بعض میں کلام ہے۔ [تصحیح: فضیلۃ الشیخ حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ]

دعائے مغفرت

حاجی عبدالقدوس صاحب قریشی اور حاجی عبدالحفیظ قریشی (کھیالی گوجراں والا) کی والدہ محترمہ گزشتہ دنوں وفات پاگئیں۔ مرحومہ ایک نیک سیرت خاتون تھیں۔ مساجد ومدارس سے ہمیشہ تعاون کرتی تھیں۔ اسی طرح ان کی اولاد بھی نیک سیرت ہے۔ مرحومہ نے ایک ہسپتال کی تعمیر بھی شروع کرا رکھی تھی کہ اس کی تعمیر سے قبل ہی وفات پاگئیں۔ احباب دعائے مغفرت فرمائیں۔

[شریک غم: ابوالاحتشام حمزہ طور، خطیب گوجراں والا]

ماہِ شعبان کے مسائل واحکام

اوراس میں ہونے والی منکرات کی حقیقت

ابوعمار عبدالرحمن بلتستانی

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله اما بعد!

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم .

بسم الله الرحمن الرحيم .

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴾ [الكهف:١٠٧]

’’بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے یقیناً ان کے لیے جنت الفردوس کے باغات کی مہمانی ہے۔‘‘

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴾ [مريم:٩٦]

’’بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیے ان کے لیے اللہ رحمٰن محبت پیدا کرے گا۔‘‘

ان آیات سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ نیک اعمال کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی فضیلت اور اجر ہے لیکن ہمیں غور کرنا چاہیے اور جاننا چاہیے کہ اعمالِ صالحہ کس کو کہتے ہیں۔

ہر اس عمل کو نیک اور صالح کہتے ہیں جس عمل میں اخلاص اور متابعت رسول ہو، یعنی عمل کی قبولیت کے لیے اخلاص اور رسول اللہ ﷺ کی متابعت شرط ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾

[البينة:٥]

’’انھیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لیے دین کو خالص رکھیں۔‘‘

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ ﴾

[آلِ عمران:٣١]

’’کہہ دیجیے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابع داری کرو۔‘‘

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہر عمل کرنے سے پہلے ہم یہ دیکھیں کہ یہ کام اللہ کے رسول ﷺ نے کیا ہے یا نہیں؟

آج کل دنیا میں ہر ایک اپنی طرف سے کوئی نہ کوئی عمل کرتے ہوئے نظر آتا ہے، کوئی دن مقرر کر کے عید منا رہا ہے، اور کوئی روزہ رکھ رہا ہے۔ انہی میں سے ایک ماہِ شعبان ہے۔ اس میں بھی لوگ اپنی طرف سے ایجاد کر کے بہت عمل کرتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ عمل کرنے کو تیار نہیں۔

یہاں ہم رسول اللہ ﷺ سے ثابت یعنی صحیح احادیث کی روشنی میں ماہِ شعبان کے مسنون اعمال ذکر کر رہے ہیں:

کثرت سے روزہ رکھنا:

آپ ﷺ رمضان المبارک کے علاوہ دوسرے مہینوں کی نسبت اس مہینہ میں زیادہ روزے رکھا کرتے تھے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

① ...... عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ: اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِیُّ ﷺ يَصُوْمُ شَهْرًا اَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ فَاِنَّهُ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهُ ...... ۔

’’عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ شعبان کے اکثر

روزے رکھتے، یوں محسوس ہوتا جیسے آپ ﷺ نے پورا شعبان روزے رکھے ہیں۔'' [بخاری: ۱۹۷۰]

دوسری روایت میں ہے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

② .... قَالَتُ كَانَ يَصُوُمُ شَعُبَانَ كُلَّهُ كَانَ يَصُوُمُ شَعُبَانَ اِلَّا قَلِيُلًا ۔ [مسلم:۱۱۵٦]

''عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ شعبان کے اکثر روزے رکھتے تھے۔''

③...... عَنُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنُهَا قَالَتُ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتّٰى نَقُولَ: لَا يُفُطِرُ وَيُفُطِرُ حَتّٰى نَقُولَ لَا يَصُومُ وَمَا رَأَيُتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ اِسُتَكُمَلَ صِيَامَ شَهُرٍ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيُتُهُ اَكُثَرَ صِيَامًا مِنُهُ فِيُ شَعُبَانَ ۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ روزہ رکھتے جاتے یہاں تک کہ ہم خیال کرتے کہ اب آپ روزے نہیں چھوڑیں گے، اور روزہ افطار کرتے یہاں تک کہ ہم خیال کرتے کہ اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے۔ میں نے رمضان کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی پورے مہینے کے (نفلی) روزے رکھتے نہیں دیکھا اور جتنے روزے آپ ﷺ شعبان میں رکھتے میں نے کسی مہینے میں اس سے زیادہ روزے رکھتے آپ کو نہیں دیکھا۔'' [بخاری: ۱۹٦۹۔ مسلم: ۱۱۵٦]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ شعبان کے مہینے میں زیادہ روزے رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ نبی ﷺ کے عمل سے کوئی بات صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

بحیثیت مسلمان ہم پر لازم ہے کہ نفل عبادات بھی رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ اصول کے مطابق ادا کی جائیں۔ اسی بنا پر ماہ شعبان میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے کے لیے بعض نفلی روزوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

①......ایام بیض (چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ) کا روزہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثَلَاثٌ مِنُ كُلِّ شَهُرٍ رَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ فَهٰذَا صِيَامُ الدَّهُرِ كُلِّهٖ ۔ [مسلم:۱۱٦۲]

''ایک رمضان سے دوسرے رمضان کے درمیانی عرصہ میں ہر تین دن کے روزے رکھنا عمر بھر روزے رکھنے کے برابر ہے۔'' یعنی چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کو۔

②......پیر اور جمعرات کا روزہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تُعُرَضُ الْاَعُمَالُ يَوُمَ الْاِثُنَيُنِ وَالْخَمِيُسِ فَاُحِبُّ اَنُ يُّعُرَضَ عَمَلِيُ وَاَنَا صَائِمٌ)) [ترمذی:۷۴۷]

''سوموار اور جمعرات کو لوگوں کے اعمال اللہ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال اللہ کے ہاں پیش کیے جائیں تو میں روزہ رکھے ہوئے ہوں۔''

③......صوم داؤدی:

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ ۔ [بخاری:۱۱۳۱]

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ روزہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔ آپ علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن ناغہ کرتے تھے۔''

یہ وہ نفلی روزے ہیں جو نبی ﷺ سے ثابت ہیں جو بطور نفل اس ماہ میں رکھے جا سکتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے کوئی بھی ایسا عمل نہیں چھوڑا جس میں کوئی بھلائی اور اس کے کرنے میں ثواب ہو۔ اس کے علاوہ جو کام لوگوں نے اپنی طرف سے بنائے ہیں اگر وہ مفید ہوتے تو رسول اللہ ﷺ ضرور ہمیں بتاتے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اس امت کے لیے مشفق، ہمدرد اور خیر خواہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

ماہِ شعبان کے ممنوعہ اعمال:

①......نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِذَا انُتَصَفَ شَعُبَانُ فَلَا تَصُوُمُوُا ۔

[ابوداؤد:۲۳۳۷۔ ترمذی:۷۳۸]

’’جب نصف شعبان گزر جائے تو روزہ نہ رکھو۔‘‘

②......رمضان کا استقبالی روزہ رکھنا:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ، اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمًا فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ ۔ [بخاری:۱۹۱۴]

’’کوئی آدمی رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے۔ ہاں وہ آدمی جو پہلے اس دن کا روزہ رکھتا تھا تو وہ اس دن کا روزہ رکھ لے۔‘‘

یعنی کوئی ہر ماہ پیر یا جمعرات کو یا صوم داؤ دی کا روزہ رکھتا ہے اور اتفاق سے وہ دن شعبان کی آخری تاریخوں میں آ گیا تو یہ روزہ رکھ لے اس میں کوئی حرج نہیں، یہ استقبال میں نہیں آتا اور ممنوع نہیں ہے۔

پندرھویں شعبان کی مروّجہ بدعات:

①......شعبان کی پندرھویں رات کو قیام اور دن کو روزہ رکھنے کے سلسلہ میں جس روایت پر دار و مدار ہے وہ سخت ضعیف ہے۔ [تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی:۲/۵۳] احناف کے جید عالم ملا علی قاری رحمہ اللہ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ [ج:۳/۱۹۷] پر علی بن ابراہیم کے حوالے سے لکھتے ہیں: آپ کو ۱۵ شعبان سے متعلق یہ روایات اور آثار دھوکہ میں مبتلا نہ کر دیں کیوں کہ یہ سب ضعیف یا موضوع ہیں۔

②......اس رات کو آئندہ سال سے متعلق امور کے فیصلے کی رات سمجھنا۔ حالاں کہ آئندہ سال سے متعلق امور کے فیصلے درست قول کے مطابق لیلۃ القدر میں ہوتے ہیں جو کہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں آتی ہے۔

[تحفۃ الاحوذی:۲/۵۳]

③......اس رات قبرستان میں جا کر دعائیں کرنا اور یہ نظریہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ اس رات آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں اور بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کو بخش دیتے ہیں یہ حدیث ضعیف ہے۔ [تحفۃ الاحوذی:۲/۵۲]

یہ عقیدہ رکھنا غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف پندرھویں شب شعبان کو آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں جب کہ صحیح حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ ہر رات کے آخری حصے میں آسمان دنیا پہ نزول فرماتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ ’’ہے کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا کہ میں اس کو بخش دوں، ہے کوئی مجھ سے سوال کرنے والا کہ میں اس کو عطا کروں۔‘‘ [بخاری:۱۱۴۵]

④......مردوں کی روحوں کے آنے کا عقیدہ رکھنا:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مرنے کے بعد میت کی روح چالیس روز تک گھر آتی رہتی ہے پھر مومنین کی روحیں جمعرات، شب براءت اور عیدین کو اپنے گھر آتی ہیں۔ یہ نظریہ بالکل غلط ہے قرآن وحدیث سے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ کیوں کہ آدمی کے فوت ہو جانے کے بعد مردے کا تعلق برزخی زندگی سے وابستہ ہو جاتا ہے اور عالم برزخ کا عالم دنیا سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴾

[المومنون:۱۰۰]

’’اور ان کے آگے قیامت کے دن تک ایک آڑ ہے۔‘‘

⑤......حلوہ پکانے کا اہتمام کرنا:

پندرہ شعبان کو ثواب کی نیت سے کیے جانے والے اعمال میں سے ایک حلوہ پکانا ہے۔ اس قسم کا اہتمام خیر القرون میں نہیں تھا۔ لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے۔

⑥......آتش بازی:

پٹاخے، شرلیاں، دھماکے اور فائرنگ کرنا اور مساجد، مکانوں، بازاروں میں چراغاں کرنا اور موم بتیاں اور اگربتیاں جلانا یہ سب مجوسیوں کے کام ہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کے مطابق عمل کرنے کی اور بدعات وخرافات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔



احادیث سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا استدلال وامتثال 5

حضرت مولانا عبدالرؤف رحمانی، جھنڈانگریؒ (نیپال ہند)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:

اتباع سنن نبویہ وامتثالِ احادیث شریفہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی بے حد ممتاز ہیں۔ چند واقعات ملاحظہ کیجیے:

① ...... ایک بار حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کی مجلس میں حج تمتع کا مسئلہ بیان کیا اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی حج تمتع کیا ہے۔ ایک صاحب عروہ بن زُبیر (زبیر بروزن کریم) بھی حاضر تھے۔ انھوں نے کہا مگر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تو حج تمتع سے منع کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بے حد خفا ہوئے اور فرمانے لگے کہ عریہ (تصغیر عروہ) تو کیا کہہ رہا ہے۔ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اور عمل بیان کررہا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے منع کیا ہے۔ [مسند احمد، ج:۱، ص:۳۳۷]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل ہی کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سند سمجھتے تھے اور اسی کی اتباع کرتے اور اسی کا فتویٰ دیا کرتے۔ (بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رجوع ثابت ہے۔) [اغاثۃ اللھفان]

② ...... ابوالجواز نامی ایک صاحب نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے معاملہ ''صرف'' کے متعلق مسئلہ پوچھا تو بتایا کہ جب لین دین ہاتھوں ہاتھ ہوتو ایک کے بدلے دو لینے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کچھ دنوں کے بعد دوسرے حج کے موقعہ پر پھر انہی ابوالجواز (تابعی) نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس معاملہ صرف کے متعلق مسئلہ پوچھا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ پورے وزن سے برابر برابر لینا ہوگا۔ تو ابوالجواز نے اپنے شیخ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ پہلے آپ کا فتویٰ کچھ تھا اب کچھ ہے۔ فرمایا: پہلے جو کچھ اس کے متعلق میں نے فتویٰ دیا تھا وہ میری ایک رائے تھی اور اب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے اس بارہ میں ایک حدیث مل گئی ہے۔

فترکت رائی الی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

[مسند احمد، ج:۳، ص:۵۱]

''کہ میں نے اپنی رائے کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں پس پشت ڈال دیا۔''

③ ...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اخیر عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔ ایک دفعہ بیمار ہوگئے خانہ کعبہ میں نبوی مصلّی تک خود نہ جاسکتے تھے تو اپنے ایک خاص رفیق عبداللہ بن سائب کے ذریعہ وہاں تک پہنچے۔ جب نبوی مصلّی کا مقام تلاش کرنے لگے تو ان سے پوچھتے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقوم ھھنا او یصلی ھھنا۔

[مسند احمد، ج:۳، ص:۴۱۰]

''یعنی میں جہاں کھڑا ہوں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں کھڑے ہوتے تھے یا دوسری جگہ؟ اور کیا جہاں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے میں وہیں موجود ہوں یا دوسری جگہ؟''

جب حضرت سائب رضی اللہ عنہ ہر طرح اطمینان دلا دیتے کہ آپ نبوی مصلّی پر موجود ہیں تو وہیں کھڑے ہوکر نماز ادا کرتے۔ اس واقعہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اتباع سنن نبویہ وامتثال احادیث شریفہ کا حال خوب واضح ہورہا ہے۔

④ ...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ دینی وفقہی مسائل اور

احادیث کی اخذ وتحصیل کے سلسلہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس جایا کرتے۔ حضرت زید بن ثابت علم فرائض میں تو ماہر خصوصی تھے ہی اور مسائل ومعاملات میں قضاء وافتاء کا بھی بہترین سلیقہ رکھتے تھے۔ اسی لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو مدینہ کا قاضی مقرر فرما رکھا تھا۔ غرض حضرت عبداللہ بن عباس حضرت زید رضی اللہ عنہ کے علم وجلالت شان کے پیش نظر ان کی بڑی تعظیم کرتے۔ ایک بار حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے جانور پر سوار ہو کر کہیں باہر جانا چاہتے تھے۔ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے سوار ہوتے وقت رکاب کو تھام لیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آپ کیا کر رہے ہیں تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هٰكَذَا أُمِرْنَا اَنْ نَفْعَلَ بِعُلَمَائِنَا ۔

[منتخب كنز العمال، ج:۵، ص:۱۸۵]

''ہم کو اپنے علماء کے ساتھ اسی طرح تکریم وتعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے احادیث شریفہ کی اتباع وامتثال میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس برس تک مسلسل زندگی گزار کر بہت کچھ حاصل کیا۔ آپ کے اتباع سنن کے واقعات بہت ہیں۔ چند واقعات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

① ......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے بڑی کثرت سے ایک دعا پڑھتے سنا ہے۔ تو میں بھی اسے برابر پڑھتا ہوں حتی کہ جب مجھے کوئی خاص دعا اور بھی کرنی ہوتی ہے تو بھی اس دعا کو پڑھ کر تب اپنی خاص دعا کو شامل کرتا ہوں۔

[مسند احمد، ج:۳، ص:۱۰۱]

وہ دعا قرآنِ کریم کی یہ آیت کریمہ تھی جسے سب جانتے ہیں مگر سوز وگداز سے محروم ہے۔ عرفی رحمہ اللہ نے کیا خوب لکھا ہے:

ہر کس نہ شناسد راز است وگرنہ
ایں ہمہ راز است کہ معلوم عوام است

خیر وہ دعا جامع الخیرات والحسنات بھی مشہور عالم ہے:

﴿ ربنا اتنا فى الدنيا حسنة وفى الاخرة حسنة وقنا عذاب النار ﴾

کاش ہمیں اس کے معانی اور حِکَم کا اندازہ ہوتا۔

② ......حضرت انس رضی اللہ عنہ بچوں کی ایک ٹولی پر گزرے تو ان سے خود ہی سلام فرمایا اس کے بعد اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر کچھ بچوں پر ہوا تو آپ نے ان بچوں کو خود ہی سلام کہا۔ [مسند احمد، ج:۳، ص:۱۳۱]

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ادنی سے ادنی بات میں حتی کہ بچوں سے سلام کے معاملہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صحیحہ کا خیال رہتا تھا۔

③ ......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نماز کے معاملہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسے مشہور خدا پرست متبع سنت کی بھی اطاعت نہ کرتے۔ ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کا سبب پوچھا۔ حضرت انس نے جواب دیا میری آنکھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز کے وقتوں کو پہچانتی ہیں۔ پس جب ان وقتوں کے مطابق نماز پڑھتے ہیں تو میں آپ کے ساتھ پڑھتا ہوں اور جب آپ دیر کر کے آتے ہیں تو میں تنہا پڑھ کے چلا جاتا ہوں۔ [مسند احمد، ج:۳، ص:۱۴۶]

اس روایت سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے کامل اتباع کا حال خوب واضح ہے۔ نیز معلوم ہوا اوّل وقت سے بے وقت کر کے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ خلیفہ وقت کی آمد کا انتظار نہیں فرماتے اور اصلی وقت پر تنہا نماز ادا کر لیتے۔

④ ......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا دیکھا کہ سالن کے پیالہ میں سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے کھاتے تو میں نے اس ترکاری کو اپنی محبوب ترکاری بنا لیا ہے اور اب ہمیشہ اسی ترکاری کی خواہش کرتا ہوں۔

[مسند احمد، ج:۳، ص:۱۵۰]

چناں چہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملنے والے ان کے رفقاء بیان

کرتے ہیں کہ جب کبھی بھی ہم لوگ انس رضی اللہ عنہ کے گھر پر گئے تو اگر کدو (لولی) کا موسم ہوتا تو ضرور ان کے کھانے میں اور چیزوں کے ساتھ لولی کی ترکاری بھی ہوتی۔ [مسند احمد، ج:۳،ص:۲۲۶]

اس واقعہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اتباع سنن کا حال خوب ظاہر ہے۔ طعام ولباس کے ہر ادنی سے ادنی جزئی میں امتثال فرامین وسنن کا جذبہ ان پر غالب تھا۔

⑤...... ایک بار حضرت انس رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ضرورت کے لیے کہیں باہر بھیجا جب وہ کام انجام دے کر آ گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تخبروا احدا

یعنی اب ہمارے راز کی اطلاع اور کسی سے نہ کرنا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کام کی انجام دہی میں مجھے دیر ہوگئی تو جب دیر کر کے گھر پہنچا تو ماں نے کہا آج دن بھر کہاں تھے۔ بہت دیر کیوں ہوئی؟ میں نے جواب دیا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ضرورت سے بھیج دیا تھا۔ اس میں دیر ہوگئی۔ پھر ماں نے سوال کیا وہ کیا ضرورت تھی جس میں ایسی مشغولیت تھی۔ تو میں نے جواب دیا وہ ایک راز ہے جس کے ظاہر کرنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے۔ اس لیے میں عرض نہیں کرسکتا۔ یہ سن کر ان کی ماں نے فرمایا:

یَا بُنَیَّ فَاکْتِمْ عَلٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سِرَّہٗ۔ [مسند احمد، ج:۳، ص:۱۷۵]

یعنی ''اے میرے پیارے بیٹے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھید کو پوشیدہ ہی رکھنا۔''

اس واقعہ سے بھی امتثال فرامین کا اندازہ ظاہر ہوتا ہے اور تعمیل احکام کا بھی۔ علاوہ ازیں صیغہ راز میں رکھنے کا بھی حال بتا رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کی قدر و قیمت ماں باپ کی اطاعت سے بھی کچھ زیادہ تھی کہ ماں سے اشارۃً کنایۃً بھی تذکرہ نہ آنے دیا اور وہ ماں بھی کیا خوب ماں تھیں جو اپنے بیٹے کو اتباع و امتثال نبوت کے لیے اور زیادہ تاکیدہ فرماتی ہیں۔

⑥...... ایک بار حضرت انس رضی اللہ عنہ دارالامارت تشریف لے گئے (غالباً بنوامیہ کے جو حکمران مدینہ میں تھے ان کا دارالامارت مراد ہے) تو دیکھا کہ ایک مرغی بندھی ہوئی ہے اور نشانہ درست کرنے کے لیے اس کو تختہ مشق بنایا جا رہا ہے۔ مرغی تیروں کے لگنے سے برابر تڑپ رہی ہے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسی مقام پر دارالامارت کے گورنر اور متعلقہ افسران سے علی الاعلان کہا:

نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَنْ تُصْبَرَ الْبَھَائِمُ۔ [مسند احمد، ج:۳، ص:۱۹۱]

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو تختہ مشق بنانے سے منع فرمایا ہے۔''

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث

مَنْ رَایٔ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ

پر عمل فرمایا ہے اور حدیث

افضل الجھاد کلمة حق عند سلطان جائر

پر ان کا عمل ہوگیا۔ [ابوداؤد]

⑦......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عموماً دو مینڈھے قربانی کے موقع پر ذبح فرمایا کرتے تھے۔ تو میں بھی اتباعاً دو ہی مینڈھے قربانی کے دنوں میں ذبح کرتا ہوں۔

[مسند احمد، ج:۳، ص:۲۸۱]

اس واقعہ سے بھی اتباع کامل وامتثالِ صادق کا حال صاف ظاہر ہے۔

⑧......حضرت انس بن مالک ایک بار کسی مقام پر کچھ مجوسیوں سے ضرورۃً ملنے گئے۔ تو ان لوگوں نے آپ کی خدمت میں فالودہ چاندی کے پیالہ میں پیش کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے استعمال نہیں فرمایا کیوں کہ چاندی سونے کے برتن میں مسلمان کے لیے کھانا پینا جائز نہیں ہے۔ جب ان مجوسیوں کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے دیگر ساتھیوں سے عدم استعمال کا سبب معلوم ہوا تو پھر فالودہ کو مٹی کے صاف ستھرے پیالہ میں پلٹ کر آپ کے سامنے انھوں نے دوبارہ پیش کیا تو اس وقت آپ نے بلا تکلف استعمال فرمایا۔ [ریاض الصالحین، ص:۳۶۰]

اس واقعہ سے صاف طور پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اتباع احادیث اور امتثال سنن نبویہ کا حال ظاہر ہے۔ جس برتن میں کھانا کھانے سے منع فرما دیا تو اس برتن کو استعمال کرنا گوارا نہ کیا۔ اور جب وہی چیز مٹی کے برتن میں پیش کی گئی تو بلا تکلف نوش فرما لیا۔ غرض حضرت انس رضی اللہ عنہ تمام امور وجزئیات میں سنن نبویہ ہی کی اتباع وامتثال کرتے تھے۔

⑨...... ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے دومنزلہ مکان پر تھا کہ اذان ہوئی۔ اذان کی آواز سن کر وضو نیا کر کے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور میں بھی نماز کے لیے اترے۔ لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ چھوٹے چھوٹے قدم رکھ کر چلنے لگے۔ اور مجھ سے فرمایا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ روایت میں نے سنی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کو جاتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم رکھا کرتے تھے اور وجہ اس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتائی:

لِيَكْثُرَ عَدَدُ خُطَانَا فِيْ طَلَبِ الصَّلٰوةِ۔

''تاکہ نماز کی طلب میں جاتے ہوئے ہمارے قدموں کی تعداد زیادہ ہوجائے۔''

بہر حال اسی حدیث نبوی کے پیش نظر میں نے بھی چھوٹے چھوٹے قدم رکھے ہیں۔ [الادب المفرد، ص:٦٧]

امام بخاری اس روایت کو ادب المفرد میں باب مَنِ اتَّخَذَ الْغُرَفَ کے تحت نقل فرمایا ہے۔ اور مقصود اس سے دومنزلہ مکان بالا خانہ کی تعمیر کرنے کا جواز ثابت کرنا ہے۔



حاجی عبدالغنی کاشمیری (فیصل آباد) کی وفات

میرے علمی ہم سفر حافظ عبدالرحمٰن کاشمیری (امام وخطیب اسلامک سنٹر نیویارک) کے والد گرامی مولانا حاجی عبدالغنی کاشمیری (بانی ومہتمم جامعہ تعلیم البنات حاجی آباد فیصل آباد) گزشتہ دنوں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم نے طویل عرصہ طالبات کے مدرسہ کی سرپرستی کرتے گزاری جو یقیناً اُن کے لیے آخرت میں سرخروئی کا باعث بنے گی، ان شاءاللہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی حسنات قبول فرمائے اور اُنھیں اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے، آمین۔ نیز جملہ پسماندگان خصوصاً حافظ عبدالرحمٰن کاشمیری کو صبر جمیل کی توفیق فرمائے۔ [حافظ عبدالرحمٰن نعیم، مدیر دارالاصلاح السّلفیہ باغبانپورہ لاہور]

خلاصہ تراویح اور دعاؤں کے کتابچے مفت حاصل کریں

ماہِ رمضان المبارک کی مناسبت سے ایک کتابچہ ''ہم نے آج تراویح میں کیا پڑھا؟'' تراویح کے دوران روزانہ پڑھے جانے والے قرآنِ کریم کے حصے کا خلاصہ مع واقعات انبیاء اور قرآنی ومسنون دعائیں مع آسان ترجمہ مفت تقسیم کی جارہی ہیں۔ خواہش مند خواتین وحضرات کم از کم ۸ روپے کے ڈاک ٹکٹ بنام ڈاکٹر ممتاز عمر T-473 کورنگی نمبر 2 کراچی 74900 کے پتے پر روانہ کرکے کتابچے حاصل کرسکتے ہیں۔ [بقلم خود]

بقیۃ السلف حضرت مولانا حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی کے لیے دعائے صحت

بزرگ عالم دین، مبلغ مسلک اہل حدیث، بقیۃ السلف حضرت مولانا حافظ محمد یحییٰ صاحب عزیز میر محمدی حفظہ اللہ کو گزشتہ دنوں مثانے میں شدید تکلیف کے باعث لاہور شیخ زید ہسپتال میں زیر علاج رکھا گیا ہے۔ ہماری قارئین گرامی اور احباب جماعت سے مخلصانہ درخواست ہے کہ حضرت حافظ صاحب کی صحت کاملہ کے لیے خصوصی دعا فرمادیں۔ جزاکم اللہ خیرا...... اللهم اشفه شفاءً كاملًا عاجلًا

[عمران حمید مرزا، نائب ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث پنجاب]

قیادت کی نازک اور اہم ذمہ داریاں

شیخ عمر فاروق

اِنسان کی ایک عام طبعی کمزوری یہ ہے کہ وہ جس فکر وانہماک، دلچسپی اور دلسوزی کے ساتھ، درد اور غم کے ساتھ اپنے ذاتی کاموں کے لیے دوڑ دھوپ کرتا اور جسم وجان کی قوتیں کھپاتا ہے اجتماعی اور قومی کاموں کے لیے نہ اُس طرح کی فکرمندی اور دلسوزی کا اظہار کرتا ہے، اور نہ اُس میں کوئی لگن اور تڑپ پائی جاتی ہے اور نہ جوش وخروش کا ولولہ ہی پایا جاتا ہے۔

یہ تو عام اِنسانوں کا طرزِ فکر ہے مگر دولت ایمان سے بہرہ ور ہوتے ہی اس میں یکسر تبدیلی آ جاتی ہے۔ اسلام نہ صرف عقیدہ وفکر کو نکھارتا ہے بلکہ انسان کو علم وعمل سے بھی آراستہ کرتا ہے۔ مثلاً اُس نے اِنفاق فی سبیل اللہ میں کیسی پاکیزہ تربیت کی ہے:

﴿ لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ﴾

''تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اُس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو جسے تم عزیز رکھتے ہو۔'' [آلِ عمران:۹۲]

یہ آیہ مبارکہ اگرچہ انفاق فی سبیل اللہ سے متعلق ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اِسے معاشرتی زندگی کے تمام گوشوں پر پھیلا دیجیے۔

بندہ مومن کے ایمان کی تکمیل اسی صورت میں ہوتی ہے کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ مثلاً ہر شخص پسند کرتا ہے کہ لوگ اِس کے ساتھ خیانت کی بجائے دیانت داری کا معاملہ کریں تو اُس پر بھی یہ لازم آتا ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ دیانت داری کے اصولوں کو اپنائے۔ ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ لوگ اُس کے ساتھ خوش کلامی سے پیش آئیں تو اُسے بھی لازماً لوگوں کے ساتھ حسن کلام ہی سے پیش آنا چاہیے۔ اسی حقیقت کو جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

《 لَا یُؤۡمِنُ اَحَدُکُمۡ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیۡہِ مَا یُحِبُّ لِنَفۡسِہٖ 》

''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا (یعنی اُس کے ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی) جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی بات پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''

ایک اور روایت میں ہے، حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوۡلُ: 《 اَیُّمَا وَالٍ وَلِیَ مِنۡ اَمۡرِ الۡمُسۡلِمِیۡنَ شَیۡئًا فَلَمۡ یَنۡصَحۡ لَھُمۡ وَلَمۡ یَجۡھَدۡ لَھُمۡ کَنُصۡحِہٖ وَجُھۡدِہٖ لِنَفۡسِہٖ کَبَّہُ اللّٰہُ عَلٰی وَجۡھِہٖ فِی النَّارِ 》

[مشکوۃ، بخاری، کتاب الاحکام]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص مسلمانوں کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنایا گیا، پھر اُس نے اُن کے لیے ایسی خیر خواہی اور کوشش وکاوش نہیں کی جس طرح وہ اپنی ذات کے لیے کرتا ہے تو اللہ اُس کو جہنم میں منہ کے بل ڈال دے گا۔''

جذبہ ایثار:

اس سے بڑھ کر اِسلام کی پاکیزہ اور مصفی تعلیمات اہل ایمان کو جذبہ ایثار سے سرشار کرتی ہیں، وہ خود تو تنگی اور تکلیف میں گزار لیتے ہیں مگر دوسروں کی راحت اور آرام کا خیال رکھتے ہیں، وہ خود بھوکے اور پیاسے رہ کر بھی دوسروں کو کھلا پلا دیتے ہیں۔

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں انصار کا سب سے بڑا اَخلاقی وصف یہ تھا کہ مکہ کے مہاجر جب بے خانماں ہو کر اور اپنا سب کچھ مکہ میں چھوڑ کر

مدینہ آئے تو انصار نے اُن کو ہاتھوں ہاتھ لیا، اُن کو اپنے گھر دیے، باغ دیے، کھیت دیے، اپنی محنتوں میں اُن کو شریک کیا اور خود ہر طرح کی تکلیفیں اٹھا کر ان کو آرام پہنچایا۔ پھر جب بنی نضیر کی زمین مسلمانوں کے ہاتھ آئی اور رسول اللہ ﷺ نے دو انصاریوں کے سوا باقی ساری زمین مہاجروں کو دے دی تو انصار نے ہنسی خوشی اس فیصلہ کو تسلیم کرلیا۔ اللہ تعالیٰ کو اُن کی یہ ادا بہت پسند آئی اور اُن کی مدح وستائش کی:

﴿ وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [الحشر: ۹/۵۹]

''(اور راست باز وہ ہیں) جو مہاجرین کی آمد سے پہلے ایمان لا کر دارالہجرت (مدینہ منورہ) میں مقیم تھے۔ یہ اُن لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کرکے اُن کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی (اِن مہاجرین) کو دے دیا جائے، اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ (اُن کا جذبہ ایثار اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ) خود اپنے اوپر انھیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کتنی ہی سخت حاجت ہو (بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے۔''

ایثار کی سنہری مثالیں:

ایک بار ایک فاقہ زدہ شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اتفاق سے آپ کے گھر میں پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج کی شب کون اِس مہمان کا حق ضیافت ادا کرے گا؟'' ایک انصاری یعنی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں، یا رسول اللہ ﷺ۔ چناں چہ اُس کو ساتھ لے کر گھر آئے، بی بی سے پوچھا: کچھ ہے؟ بولیں صرف بچوں کا کھانا ہے۔ بولے بچوں کو تو کسی طرح بہلا کر سلا دو، جب مہمان کو گھر لے آؤں تو چراغ بجھا دو اور میں اُس پر یہ ظاہر کروں گا کہ ہم بھی ساتھ کھا رہے ہیں۔ چناں چہ انھوں نے ایسا ہی کیا صبح کو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا کہ رات کو اللہ تعالیٰ تمہارے اس حسن سلوک سے بہت خوش ہوا اور یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾

[الحشر: ۹]

''وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں گو وہ خود تنگ دست ہوں۔'' [اسوہ صحابہ، مولانا عبدالسلام ندوی بحوالہ مسلم]

ایک غزوہ میں جلیل القدر صحابہ سیدنا عکرمہ، حارث بن ہشام، سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہم زخم کھا کر زمین پر گرے اور اس حالت میں سیدنا عکرمہ نے پانی مانگا، پانی آیا تو انھوں نے دیکھا کہ سیدنا سہیل پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں، بولے پہلے انھیں پلاؤ، سہیل کے پاس پانی آیا تو انھوں نے دیکھا کہ سیدنا حارث بن ہشام کی نگاہ بھی پانی کی طرف ہے، بولے: انھیں پلاؤ، بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ کسی کے منہ میں پانی کا ایک قطرہ نہ گیا اور سب نے تشنہ کامی کی حالت میں اپنی جان دے دی۔

[اسوۂ صحابہ، مولانا عبدالسلام ندوی، بہ حوالہ الاستیعاب]

ایک بار سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم کیں، ایک عمدہ چادر رہ گئی، تو کسی نے کہا ''اپنی بی بی ام کلثوم کو دے دیجیے'' بولے: امّ سلیط اُس کی زیادہ مستحق ہیں۔ کیوں کہ وہ غزوہ اُحد میں مشک بھر بھر کر پانی لاتی تھیں اور ہم کو پلاتی تھیں۔

[بخاری، کتاب الجہاد، بحوالہ اسوہ صحابہ]

ایک دن مسلمانوں کو حلے تقسیم فرما رہے تھے، ایک نہایت عمدہ حلہ نکلا تو لوگوں نے کہا: اپنے فرزند سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیجیے۔ بولے: ''نہیں، مہاجر بن سعید ابن عتاب یا سلیط بن سلیط کو دوں گا۔'' [اصابہ بحوالہ اسوہ صحابہ]

لوگوں کے وظیفے مقرر فرمائے تو لوگوں نے کہا کہ رجسٹر میں پہلے اپنا نام درج فرمایئے، بولے: ''نہیں، اپنے آپ کو وہیں رکھوں گا جہاں مجھ کو اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔'' چناں چہ قرابت دارانِ رسول ﷺ کے نام پہلے لکھوائے۔ اپنے بیٹے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا وظیفہ سیدنا اسامہ بن زید سے کم مقرر فرمایا تو انھوں نے کہا: وہ مجھ سے کسی چیز میں آگے نہیں رہے۔ امیر المومنین بولے: ''اُن کے باپ تمہارے باپ

سے اور وہ تم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کو محبوب تھے۔''

[فتوح البلدان بحوالہ اسوہ صحابہ]

امراء وعمال مقرر فرمائے تو اپنے خاندان کے کسی شخص کو کوئی عہدہ نہیں دیا، اُن کے خاندان میں صرف نعمان بن عدی ایک ایسے بزرگ ہیں جن کو ''میسان'' کا عامل مقرر فرمایا لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد اُن کو ایک جرم پر موقوف بھی کر دیا۔ [اُسد الغابہ بحوالہ اسوہ صحابہ]

اس سے بڑھ کر کیا ایثار نفسی ہو سکتی ہے کہ اپنے بعد جن لوگوں کو خلافت کے لیے منتخب فرمایا ان میں اپنے بیٹے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت صاف تصریح کر دی کہ خلافت میں اُن کا کوئی حصہ نہیں بخاری شریف میں یہ واقعہ بہ تصریح موجود ہے۔ [اسوہ صحابہ]

ایک دفعہ بازار سے گزر رہے تھے، کہ ایک نوجوان عورت آئی اور کہا: یا امیر المومنین! میرا شوہر فوت ہو گیا ہے اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں۔ نہ وہ کوئی کام کر سکتے ہیں نہ اُن کے پاس کھیتی ہے نہ مویشی، مجھے ان کی زندگی کا خوف ہے۔ میں ''خفاف'' میں ایما الغفاری کی لڑکی ہوں، جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فوراً ٹھہر گئے، وہاں سے پلٹے تو ایک اونٹ پر غلہ لائے اور ہاتھ میں اونٹ کی مہار دے کر کہا کہ ''اِس کو ہانک لے جاؤ، جب یہ ختم ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ پھر دے گا'' ایک شخص نے کہا: اے امیر المومنین! آپ نے اُس کو بہت دیا! بولے! تم کیا جانو، اُس کے باپ اور بھائی دونوں نے میرے سامنے ایک قلعہ کا مدتوں محاصرہ کیا اور اُس کو فتح کیا۔ [الریاض النضرہ بحوالہ اسوہ صحابہ]

ایک بار سفر حج کو جا رہے تھے، راہ میں ایک بڈھا ملا اور اُس نے قافلے کو روک کر پوچھا کہ تم میں رسول اللہ ﷺ ہیں؟ جب معلوم ہوا کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے تو اُس نے شدت سے گریہ وبکا کیا۔ پھر پوچھا کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوا؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام بتایا، وہ بولا وہ تم میں ہیں؟ جب اُس کو اُن کی وفات کی خبر ہوئی تو پھر اُسی طرح گریہ وزاری کی، پھر پوچھا کہ اُن کے بعد کس نے زمام خلافت ہاتھ میں لی؟ بولے! عمر بن الخطاب نے۔ اُس نے پوچھا، وہ تم میں ہیں؟ جواب دیا تم سے وہی گفتگو کر رہے ہیں، اُس نے کہا: تو میری فریاد رسی کیجیے، مجھے کوئی فریاد رس نہیں ملتا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تم کون ہو؟ تمہاری فریاد سن لی گئی'' بولا: نام ابوعقیل ہے، رسول اللہ ﷺ نے مجھے دعوتِ اسلام دی، میں آپ پر ایمان لایا، آپ ﷺ نے مجھے ستو پلائے اور میں اب تک اُس کی سیری اور سیرابی کو محسوس کرتا ہوں۔ پھر میں نے بکری کا ایک گلہ خریدا اور اب تک اُن کو چراتا ہوں۔ نماز پڑھتا ہوں اور روزے رکھتا ہوں۔ لیکن اس سال بدبختی نے ایک بکری کے سوا کچھ نہیں چھوڑا تھا مگر اُس کو بھی بھیڑیا اٹھا لے گیا۔ اب آپ میری دستگیری فرمائیے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''ہم سے چشمہ پر ملو'' منزل پر پہنچے تو اونٹنی کی لگام پکڑے بھوکے پیاسے بڈھے کا انتظار کرتے رہے۔ لوگ آ چکے تو صاحب حوض کو بلا کر کہا کہ فلاں بڈھا آئے تو اُس کو اور اُس کے اہل وعیال کو کھلاتے پلاتے رہو یہاں تک کہ میں حج سے واپس آ جاؤں۔ حج سے پلٹے تو صاحب حوض سے اس کے متعلق دریافت فرمایا، اُس نے کہا کہ وہ مبتلائے بخار آیا تھا اور تین دن کے بعد فوت ہو گیا۔ میں نے اُس کو دفن کر دیا اور یہ اُس کی قبر ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً اس کی قبر پر نماز پڑھی اور اُس سے لپٹ کر روئے۔ اُس کے اہل وعیال کو ساتھ لے گئے اور تا دم مرگ اُن کی وجہ معاش کے متکفل رہے۔ [اسد الغابہ، اسوہ صحابہ]

قارئین محترم! یہ اہل ایمان صحابہ کرام اور نیک دل حکمران کے چند واقعات ہیں، تاریخ اسلام ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

پاکستان اور یہاں کے حکمران:

میرے اس وطن کو غریبوں نے اپنے خون سے سینچا تھا۔ اس کے لیے ان گنت جانی اور مالی قربانیاں دی گئی تھیں، اس کو معرضِ وجود میں آئے ساٹھ (۶۰) سال کا طویل عرصہ بیت چکا ہے مگر ہر آئے سال اخلاقی اور معاشی گراف نیچے گر رہا ہے، اسے حریص اور لالچی سیاست دانوں نے تباہی وبربادی کے کنارے پہنچا دیا ہے۔ غریبوں کا جینا دوبھر اور محال ہو چکا ہے۔ اِدھر دین پسند لوگ آپس میں کٹے اور پھٹے ہوئے ہیں۔ اِس عجز وبے بسی کی کیفیت میں سادہ دل بندے اپنے ربّ کے حضور فریاد ہی کر سکتے ہیں کہ وہ ہمیں اس بھنور اور بحران سے نجات عطا فرمائے، آمین۔

شرعی اورمروّجہ تکافُل کا تقابلی جائزہ!

حافظ ذوالفقارعلی،ابوہریرہؓ شریعہ کالج لاہور

اسلامی تکافل کی ہمہ گیریت:

اسلام کا نظام تکافل اسلامی اخوت ،معاشی احتیاج وضرورت اورتکریم انسانیت پر استوار ہے ۔اسلام اس سوچ کا قطعا حامی نہیں کہ ہم پرصرف ان مستحقین کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے جو ہمارے ہم عقیدہ ہوں ۔قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾

[الممتحنة:۸]

''اللہ تعالی تمھیں ان لوگوں سے حسن سلوک کرنے اور ان کے حق میں انصاف کرنے سے نہیں روکتا جوتم سے دین کی بابت نہیں لڑے اورجنہوں نے تم کوتمھارے گھروں سے نہیں نکالا۔بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

((فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ)) [صحيح بخاری: كتاب المظالم باب الآبار على الطرق إذا لم يتأذبها]

''ہر جاندار میں ثواب ہے''یعنی ہرجاندار کے ساتھ احسان کرنا باعث ثواب ہے۔

فقہاء اسلام کی رائے میں جو اہل ذمہ اپنے معاش کے حصول سے عاجز ہو جائیں گے ان کی ضرورت کے مطابق بیت المال سے وظیفہ جاری کیا جائے گا۔چنانچہ امام ابن قیم ؒ رقمطراز ہیں:

((قد روى عنه وأنه أجرى على شيخ منهم من بيت المال،وذالك أنهمر به و هو يسأل على الابواب .و فعله عمر بن عبدالعزيز)) [احكام اهل الذمة ،باب من لا يقدر من اهل الذمة أعطى من بيت المال]

''حضرت عمر ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک ذمی بوڑھے کو دروازوں پر مانگتے دیکھا تو بیت المال سے اس کا وظیفہ جاری کردیا اورعمر بن عبدالعزیزنے بھی ایسا کیا تھا''

حضرت خالد ؓ نے اہل حیرہ سے کہا تھا تم میں سے جو بوڑھا ہو جائے گا یا جس پر کوئی آفت آجائے گی یا جو مالدار رہنے کے بعد غریب ہو جائے گا وہ جب تک دارالاسلام میں رہے گا اس کی اوراس کے بیوی بچوں کی کفالت بیت المال کرے گا۔''

[کتاب الخراج قاضی ابو یوسف]

ثابت ہوا اسلام کے نظام تکافل کا فیض انتہائی وسیع ہے جس سے اسلامی ریاست کا ہر مستحق شہری بلاتخصیص عقیدہ بقدرضرورت مستفید ہوتا ہے۔

تکافل کی مختلف صورتیں:

اسلامی نقطہ نظر کے مطابق درجات معیشت میں تفاوت اپنی جگہ مگراس طرح سادہ زندگی گزارنے کا حق سب کو یکساں ہے کہ اس کی بنیادی ضرورتیں پوری ہو رہی ہوں۔ اس امر کو یقینی بنانے کے لیے زکوۃ،عشراورصدقہ فطروغیرہ کا نظام دیا گیا ہے۔معاشرہ میں دولت کو زیرگردش لانے اورغرباء کی بہبود میں زکوۃ کا بڑانمایاں کردار ہے۔سید

قطب شہید رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((ان الزکاۃ فرع من فروع نظام التکافل الاجتماعی فی الاسلام))

[فی ظلال القرآن: ج:٤، ص٤١]

''زکوۃ اسلام میں تکافل اجتماعی کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔''

رمضان المبارک کے اختتام پر صدقہ فطر بھی تکافل اجتماعی کی ایک شکل ہے تاکہ چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر شخص فقراء ومساکین کی دیکھ بھال میں حصہ دار بنے مالداروں کو فقراء اقرباء کے نان ونفقہ کا ذمہ دار ٹھرانا بھی تکافل میں شامل ہے جبکہ نفلی صدقات اور ہنگامی حالات میں انفاق کا حکم الگ ہے۔اسی طرح غیر ارادی طور پر قتل ہوجانے کی صورت میں دیت تنہا قاتل پر ڈالنے کی بجائے عاقلہ (قاتل کے بھائی، چچا اور ان کی اولاد) کو بھی شریک کرنے کا حکم تکافل کی ہی عکاسی کرتا ہے۔چنانچہ علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ اس کی حکمت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

((وَالْمَعْنَى فِي ذَلِكَ أَنَّ جِنَايَاتِ الْخَطَأِ تَكْثُرُ ، وَدِيَةَ الْآدَمِيِّ كَثِيرَةٌ ،فَإِيجَابُهَا عَلَى الْجَانِي فِي مَالِهِ يُجْحِفُ بِهِ ، فَاقْتَضَتْ الْحِكْمَةُ إيجَابَهَا عَلَى الْعَاقِلَةِ ، عَلَى سَبِيلِ الْمُوَاسَاةِ لِلْقَاتِلِ ، وَالْإِعَانَةِ لَهُ ، تَخْفِيفًا عَنْهُ)) [المغنی: ج١٢ ص٢١]

''اس میں حکمت یہ ہے غیر ارادی طور پر ہونے والے جرائم بکثرت ہوتے ہیں اور آدمی کی دیت بھی کافی زیادہ ہے ۔لہٰذا اس کو اکیلے خطا کار کے مال میں واجب قرار دینا اس پر اس کے مال میں ناقابل برداشت ذمہ داری ڈالنے کا باعث ہے چنانچہ حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ قاتل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے بطور ہمدردی اور اعانت کے اس کی عاقلہ پر واجب قرار دی جائے''

بلکہ غیر ارادی قتل میں دیت کا حکم بذات خود تکافل کی ایک صورت ہے وہ یوں کہ بعض دفعہ مقتول کے بچے کمسن ہوتے ہیں جن کی تعلیم وتربیت کے لیے پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے اسلام نے دیت مقرر کر کے ان کی کفالت کا انتظام کیا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ اسلام نے تکافل کا ایک مظبوط نظام دیا ہے اگر اس پر عمل ہو جائے تو تمام محتاجوں کی معاشی ضرورتیں پوری ہو سکتی ہیں۔لیکن بایں ہمہ اگر ضرورت پوری نہ ہو تو سرمایہ داروں پر مزید خرچ کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

اسلامی تکافل کی خصوصیت:

اسلامی تکافل کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا بنیادی مقصد اپنے مستقبل کے خطرات کا تحفظ اور نقصانات کی تلافی ہرگز نہیں۔اور نہ ہی اس کو بطور کاروبار اختیار کیا جانا چاہیے اسلامی معاشرے کا یہ شعار ہونا چاہیے کہ اس کے تمام افراد باہم مددگار ومعاون ہوں اور ضرورت مندوں اور مجبوروں کی مدد کریں لیکن اگر کچھ ادارے تکافل کے نام سے یہ مطالبہ کریں کہ ہم آپ کے بیوی بچوں کی مدد تب کریں گے جب آپ اتنے سالوں تک ہر ماہ ایک متعین رقم ہمیں وکالہ یا مضاربہ کی بنیاد پر کاروبار اور وقف فنڈ میں بطور چندہ دیں گئے تو اس سے اسلام کے تکافل اجتماعی کا مقصد حاصل نہیں ہوگا۔

مروجہ تکافل اور اس کا طریقہ کار:

ماضی قریب میں تکافل کی ایک نئی شکل سامنے آئی ہے جس کا مقصد دوسروں کے ساتھ تعاون کی بجائے اپنے نقصان کا ازالہ ہوتا ہے اور اس کے منتظم بھی یہ کام بطورِ کاروبار کرتے ہیں۔اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ

☆......سب سے پہلے کچھ لوگ یا مالیاتی ادارے مل کر ایک کمپنی قائم کرتے ہیں جس کو تکافل کمپنی کہا جاتا ہے کمپنی کے ادا شدہ سرمایہ کا ایک حصہ وقف کر کے ایک پول بنایا جاتا ہے یہ پول کسی کی ملکیت نہیں ہوتا بلکہ اپنا الگ قانونی وجود رکھتا ہے کمپنی کی طرف سے پول میں ڈالی گئی رقم ان متاثرین کے لیے وقف ہوتی ہے جو پالیسی

حاصل کرتے ہیں۔

☆......کمپنی مالکان وقف کی اس رقم کو وقف کے ایجنٹ کی حیثیت سے یا مضاربہ کی بنیاد پر کاروبار میں لگاتے ہیں نفع سے اپنی فیس یا حصہ الگ کر کے باقی دوبارہ وقف پول میں ہی جمع کر دیا جاتا ہے۔

☆......کمپنی لوگوں کو پالیسی حاصل کرنے کی ترغیب دیتی ہے جو لوگ پالیسی حاصل کرتے ہیں وہ اس کے ممبران شمار ہوتے ہیں۔

☆......پالیسی حاصل کرتے وقت خواہش منداپنی اغراض پیش نظر رکھتے ہیں۔کسی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ میری موت کے بعد میرے بچوں کی کفالت کے لیے ان کے پاس بیس لاکھ ہونا چاہیے۔کسی کے پیش نظر خاص قسم کے متوقع نقصان کا ازالہ کرنا ہوتا ہے۔

☆......صرف وہی لوگ پالیسی حاصل کرنے کے اہل شمار ہوتے ہیں جو عمر وصحت اور انکم کے لحاظ سے کمپنی کے معیار پر پورا اترتے ہیں۔باقاعدہ طبی معائنہ کے ذریعہ ایک اندازہ کیا جاتا ہے۔اگر کسی چیز کے متوقع نقصان کی تلافی مقصود ہوتو اس چیز کی حالت بھی دیکھی جاتی ہے۔

☆...... پالیسی کی زیادہ سے زیادہ مالیت کیا ہوگی یہ فیصلہ خواہشمند نے خود کرنا ہوتا ہے۔کم از کم مالیت تکافل کمپنی طے کرتی ہے۔

☆...... پالیسی کی زیادہ سے زیادہ مدت کمپنی طے کرتی ہے البتہ کم سے کم مدت کا تعین وہ شخص خود بھی کرسکتا ہے۔یادرہے کمپنی کی جانب سے پالیسی ہولڈر کو دی جانیوالی رقم کا انحصار انہی دو باتوں پر ہوتا ہے۔

☆...... چونکہ تکافل فنڈ کا انتظام وانصرام کمپنی کے ذمہ ہوتا ہے کمپنی اس کی باقاعدہ فیس لیتی ہے جس کو وکالہ فیس کہا جاتا ہے۔

☆......پالیسی کی رقم عموماسالانہ اقساط میں جمع کروائی جاتی ہے جبکہ ششماہی یاسہ ماہی اقساط میں بھی کروائی جاسکتی ہے۔

☆......پالیسی ہولڈر کی قسط سے سب سے پہلے ایلوکیشن فیس منہا کی جاتی ہے یہ فیس پالیسی مالیت اور مدت کو مدنظر رکھ کر لی جاتی ہے پہلی قسط سے ایک خطیر رقم اس مد میں چلی جاتی ہے۔مثلا اگر پالیسی کی مدت ۲۰ سال یا اس سے زیادہ ہو اور قسط پندرہ سے پچیس ہزار تک ہوتو پاک قطر فیملی تکافل پہلی سالانہ قسط سے ۸۰ دوسری سے ۲۰ تیسری سے ۱۰ چوتھی سے ۷ پانچویں سے بھی ۷ چھٹی سے لے کر دسویں تک تین فیصد وصول کرتی ہے۔

☆......ایلوکیشن فیس کے بعد ہر قسط کو دوحصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ایک حصہ انوسٹمنٹ کیلیے اور دوسرا حصہ وقف پول کیلیے۔

☆......جو حصہ انوسٹمنٹ کیلیے ہوتا ہے اس سے دو قسم کی فیس کاٹی جاتی ہے۔

(i) ایڈمن فیس: یہ ماہانہ اور پالیسی کی مالیت اور مدت کے اعتبار مختلف مگر فکسڈ ہوتی ہے۔مثلا پاک قطر فیملی تکافل کی کم از کم ۶۵ روپے اور زیادہ سے زیادہ ایک سودس ماہانہ ہے اس میں سالانہ آٹھ فیصد اضافہ بھی ہوتا ہے۔

(ii) مینجمنٹ انوسٹمنٹ فیس: پاک قطر فیملی تکافل کمپنی کی تقریبا ڈیڑھ فیصد ہے۔

☆...... جنرل تکافل میں مکمل قسط وقف پول میں جمع ہوتی ہے۔کمپنی وقف کو منظم کرنے اور اس کے سرمایہ سے کاروبار کرنے کی علیحدہ علیحدہ فیس لیتی ہے۔

☆...... ہر تکافل کمپنی کا ایک دوسری کمپنی جس کو ری تکافل کہا جاتا ہے سے معاہدہ ہوتا ہے تکافل کمپنی پالیسی ہولڈر کی قسط کا کچھ حصہ تکافل کمپنی کو بھی دیتی ہے۔

☆......جو حصہ وقف پول میں جمع ہوتا ہے وہ پالیسی ہولڈرز کی ملکیت سے نکل کر وقف کی ملکیت میں چلا جاتا ہے تاہم تجارتی تکافل کے حامیوں کے مطابق وہ خود وقف نہیں ہوگا صرف وقف کی ملکیت ہوگا جو وقف کے مصالح اور ان لوگوں پر خرچ ہوگا وقف کی مد میں شامل ہونگے۔ملاحظہ ہو مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کا مقالہ " تأصیل التأمین التکافلی علی أساس الوقف و الحاجة الداعیة

الیہ" ص:۱۸۔۲۰

☆......کمپنی ان دونوں کھاتوں میں جمع شدہ رقم سے پالیسی ہولڈرز اور وقف پول کے ایجنٹ کی حیثیت سے کاروبار کرتی ہے جو نفع ہو وہ وقف پول اور پالیسی ہولڈرز کے کھاتے میں جمع کر دیا جاتا ہے۔وقف پول کا مکمل نفع وقف پول میں ہی جاتا ہے۔

☆......کلیمز کی ادائیگی میں عموماً سرمایہ دارانہ انشورنس کی شرطوں کو ہی ملحوظ رکھا جاتا ہے۔اگر کلیمز زیادہ ہونے کیوجہ سے وقف پول میں رقم کم پڑ جائے تو قانوناً کمپنی اس بات کی پابند ہوتی ہے کہ وہ قرض حسنہ لیکر باقی کلیمز ادا کرے۔یہ قرض خود کمپنی ہی وقف پول کو دیتی ہے جو اس نے آئندہ سرپلس سے وصول پانا ہوتا ہے۔

☆......اگر پالیسی ہولڈر بیماری یا حادثے کی وجہ سے قسط ادا کرنے کے قابل نہ رہے تو وہ کمپنی ادا کرتی ہے بشرطیکہ شروع میں یہ فیصلہ کرلیا جائے کیونکہ اس کے لیے اضافی رقم ادا کرنا لازم ہوتی ہے۔

مروجہ تکافل کی قسمیں:

اس کی بنیادی قسمیں دو ہیں

(i)......فیملی تکافل

(ii)......جنرل تکافل

فیملی تکافل کی اصطلاح لائف انشورنس کے متبادل استعمال ہوتی ہے۔اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پالیسی ہولڈر کی ہر قسط کا کچھ انوسٹمنٹ کھاتے میں جاتا ہے اور کچھ حصہ وقف پول میں۔ یہاں کمپنی دو قسم کی الگ الگ ایجنسی فیس وصول کرتی ہے ایک وقف پول کا منتظم ہونے کی حیثیت سے یہ وقف پول سے لی جاتی ہے اور دوسری پالیسی ہولڈر کا ایجنٹ ہونے کی حیثیت سے یہ پالیسی ہولڈر سے کے کھاتے سے کاٹی جاتی ہے۔

اب اگر پالیسی ہولڈر متعینہ مدت سے پہلے فوت ہو جائے تو کمپنی اس کے ورثاء کو ایک تو انوسٹمنٹ اکاؤنٹ میں سے پالیسی حاصل کرنے کی ابتداء سے لے کر فوت ہونے تک جمع کرائی گئی رقم مع اس نفع کے جو سرمایہ کاری سے حاصل ہوا ادا کریگی۔اور دوسرا فوت ہونے کی وجہ سے پالیسی ہولڈر کے ذمہ جو اقساط رہ گئیں ہیں وہ وقف پول سے ادا کریگی۔اور اگر پالیسی ہولڈر متعینہ مدت تک زندہ رہے تو پھر اس کو حسب ذیل فوائد حاصل ہونگے۔

(i) انوسٹمنٹ کھاتے میں جمع شدہ رقم مع اس نفع کے جو اس دوران سرمایہ کاری سے حاصل ہوا۔

(ii) وقف میں دیے گئے عطیہ کے تناسب سے حصہ بشرط کہ وقف پول میں سرپلس ہو۔

لیکن اگر کوئی شخص مدت مکمل ہونے سے قبل پالیسی سے نکلنا چاہے تو وہ صرف اپنی انوسٹمنٹ کھاتے میں موجود رقم اور اس سے حاصل ہونے والے نفع کا حق رکھتا ہے وقف پول میں دی گئی رقم پر اس کوئی حق نہیں ہوتا۔

جنرل تکافل:

یہ اصطلاح جنرل انشورنس کی جگہ بولی جاتی ہے۔یعنی ممکنہ خطرات سے تحفظ کی پالیسی اس میں قسط کی پوری رقم وقف پول میں جاتی ہے۔اگر دوران مدت وہ نقصان ہو جائے جس کی تلافی کے لیے پالیسی لی گئی ہے تو ازالہ کر دیا جاتا ہے۔بصورت دیگر سرمایہ دارانہ نظام انشورنس کی طرح پالیسی ہولڈر کو کچھ نہیں ملتا۔ البتہ کمپنی اپنی صوابدید پر کچھ بونس دے سکتی ہے۔

کیا یہ سود اور غرر سے پاک ہے؟

کمرشل انشورنس کو جن خرابیوں کی بنیاد پر حرام قرار دیا گیا ہے ان میں سرفہرست سود اور غرر(uncertainty) ہے بادیٔ النظر میں یہ دونوں خرابیاں یہاں بھی پائی جاتیں ہیں۔وہ یوں کہ اگر پالیسی ہولڈر مدت پوری ہونے سے پہلے فوت ہوجائے تو اس کو پالیسی کے تحت طے شدہ رقم دی جاتی ہے،جس کا ایک حصہ اس نے ادا ہی نہیں کیا ہوتا۔ اور کمپنی قانونی طور پر اس کی پابند بھی ہوتی ہے۔ جبکہ غرر اس طرح کہ دونوں احتمال ہیں ممکن ہے جس نقصان کے ازالہ کے لیے پالیسی لی گئی ہے وہ پیش نہ آئے اور ادا کی ہوئی رقم رائیگاں جائے اور یہ

بھی احتمال ہے کہ وہ پیش آجائے اور کمپنی کے ذمہ ادائیگی لازم ہو جائے۔

کیا یہ عقد معاوضہ نہیں؟

تجارتی تکافل کے حامی کہتے ہیں کہ اضافہ اور غرر تب ممنوع ہے جب عقد معاوضہ (لین دین کی وہ صورت جس میں ایک فریق دوسرے سے معاوضہ لینے کا حق رکھتا ہے) میں ہو جبکہ یہ عقد تبرّع (Donation) ہے۔ لیکن یہ توجیہ درست نہیں۔ کیونکہ پالیسی ہولڈر کو حاصل ہونے والے فوائد کا انحصار پالیسی مالیت کی کمی پیشی پر ہوتا ہے یعنی پریمیئم کم تو فائدہ بھی کم پریمیئم زیادہ تو فائدہ بھی زیادہ ہوتا ہے اور یہ سب کچھ باقاعدہ ایک معاہدے کے تحت ہوتا ہے جس کی پابندی فریقین کے لیے لازمی ہوتی ہے اور اس کو قانونی تحفظ بھی حاصل ہے حتی کہ اگر کلیمز کی ادائیگی کے لیے رقم موجود نہ ہو تو (نام نہاد) وقف قرض لے کر یہ ادائیگی ممکن بناتا ہے ایسی صورت میں اس کو عقد تبرع قرار دینا ناقابل فہم ہے۔ نیز اس پر تبرع کی تعریف بھی صادق نہیں آتی کیونکہ تبرع کا معنی ہے کسی کو کوئی چیز اس طرح دی جائے کہ معاوضے کی خواہش نہ رکھی جائے جبکہ یہاں تو محرک ہی یہ ہے کہ مجھے اس کے عوض یہ فوائد حاصل ہونگے۔

ایک تاویل کا جواب:

مروّجہ تکافل کے بعض حامی اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ پالیسی ہولڈر یہ فوائد دیئے گئے عطیات کی بنیاد پر نہیں بلکہ وقف کے قواعد وضوابط کے تحت حاصل کرتا ہے یعنی وہ یہ نہیں کہتا چونکہ میں نے وقف کو اتنا چندہ دیا ہے اس لیے میں ان فوائد کا حق رکھتا ہوں بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ ان قواعد کی بنیاد پر مجھے یہ فوائد حاصل ہونے چاہیے۔ یہ قانونی حق اس کو عقد معاوضہ میں داخل نہیں کرتا

مگر دو وجوہ کے باعث یہ تاویل بیتِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے:

① ...... ایک تو اس لیے کہ پالیسی ہولڈر کو قواعد وضوابط کے تحت دعوی کرنے کا حق بھی تو دی گئی رقم کے بدلے ہی حاصل ہوا ہے اب آپ قواعد وضوابط کا نام لیں یا پریمیئم کی کمی پیشی کا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

② ...... دوسرا اس لیے کہ پالیسی ہولڈر کی نظر تو ان فوائد پر ہوتی ہے جو اس کو مستقبل میں اس کے بدلہ میں حاصل ہونا ہوتے ہیں وہ قواعد و ضوابط کے تحت حاصل ہوں یا دی گئی رقم کے عوض اس کو اس سے دلچسپی نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے لوگوں کی اکثریت پالیسی حاصل کرتے وقت فوائد کے متعلق تو پوچھتی ہے مگر وقف کے قواعد وضوابط کے بارہ میں سوال نہیں کرتی۔ ایک مجلس میں جب راقم نے ایک مشہور تکافل کمپنی کے سنیئر کنسلٹنٹ سے پوچھا کیا آپ پالیسی حاصل کرنے کے خواہش مندوں کو قواعد وضوابط سے آگاہ کرتے ہیں تو انہوں صاف کہا کہ لوگ ہم سے صرف یہ پوچھتے ہیں کہ ہمیں کیا ملے گا قواعد وضوابط کے متعلق کبھی سوال نہیں ہوا۔

اس سے ثابت ہوا کہ جن خرابیوں کی بنا پر روائتی انشورنس حرام ہیں تکافل ان سے پاک نہیں۔



وادئ مہران کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ بحر العلوم السلفیہ میر پور خاص کے زیر اہتمام

دورۂ اصول الحدیث والتخریج

دورہ یکم رمضان المبارک سے 25 رمضان المبارک تک ہوگا۔تمام طلباء 29 شعبان کو جامعہ میں آئیں۔

زیر نگرانی
بقیۃ السلف
فضیلۃ الشیخ حضرت
مولانا محمد یوسف حفظہ اللہ الزبیدی

دورۂ اصول حدیث وتخریج
فضیلۃ الشیخ خادم العلم والعلماء حضرت
مولانا افتخار احمد تاج الدین الازہری
فاضل جامعہ الازہر (مصر)
شیخ الحدیث جامعہ بحر العلوم السلفیہ

کروائیں گے۔ان شاءاللہ

زیر سرپرستی
☆ حاجی محمد اسماعیل میمن
(مدیر الجامعہ)
☆ جناب محمد ہاشم میمن
(مدیر مالیات)

سہولیات

☆ سحری وافطاری کا معقول بندوبست ☆ اعلیٰ رہائش بذمہ ادارہ ☆ علاج معالجہ وبنیادی ضروریاتِ زندگی
☆ دورہ میں شریک تمام طلباء کے لیے قیمتی تحائف ☆ اختتام دورہ پر محنتی طلباء کو اسناد کی تقسیم

دورۂ حدیث میں علومِ حدیث پر دسترس کے ساتھ ساتھ
☆ ضوابط علم جرح وتعدیل پر مکمل بحث ☆ حدیث پر حکم لگانے کا طریقہ ☆ تحقیق الحدیث وفقہ الحدیث کا خصوصی اہتمام
☆ اسماء الرجال کی اہم کتب کا تعارف ☆ منکرین حدیث کے قدیم وجدید شکوک وشبہات کا مکمل علی ردّ
☆ تخریج حدیث کے طریقے کے ساتھ عملی طور پر طلباء میں عملی مہارت پیدا کی جائے گی۔

الداعی الی الخیر: جامعہ بحر العلوم السلفیہ، سٹلائٹ ٹاؤن میر پور خاص، سندھ

اسلامی بینکاری کی حقیقت ......مضاربہ پر بحث

سید حامد عبدالرحمٰن الکاف، صنعا (یمن)

((............①............))

آج جب صندوق برید دیکھنے گیا تو جو مجھے جلد:۶۰، شمارہ:۲۶ مؤرخہ ۲۷ جون تا ۳ جولائی ۲۰۰۸ء ملا۔ اس میں مندرجہ بالاعنوان کے نصف اوّل کے تحت اس کی دوسری قسط مولانا حافظ ذوالفقارعلی صاحب شیخ الحدیث ابی ہریرہ شریعہ کالج لاہور، نظر سے گزری۔ اس کی پہلی قسط ہنوز وصول نہیں ہوئی ہے۔ یہ دوسری قسط بذاتِ خود مکمل ہے، اس لیے میں مضاربہ پر اپنی گفتگو کو محدود کرتا ہوں۔

مضاربہ کا ذکر مؤطا امام مالک میں ملتا ہے۔ یہ مدینہ منورہ میں ایک رائج طریقہ تجارت اور اسلوبِ استثمار **(Investment Procedure)** تھا۔

جیسا کہ المنہاج کے اقتباس (ص:۲۰) سے ظاہر ہوتا ہے:

أن يدفع مالاً ليتجر فيه ۔

(یعنی یدفع کے مفرد اور یتجر کے بھی مفرد صیغہ سے) کہ یہ دو افراد یا اشخاص کے درمیان طے پانے والا طریقہ تھا۔ اس میں ایک کے پاس مال ہوا کرتا تھا جس کو وہ تجارت میں (کسی) شخص کے ذریعہ لگا کر اپنے مال میں اضافہ کرنا چاہتا تھا۔ اگر فائدہ ہوتا تو وہ دونوں پہلے سے متفق علیہ حصوں کو آپس میں تقسیم کر لیتے اور بصورت دیگر یعنی نقصان کی صورت میں مال دار کو نقصان برداشت کرنا پڑتا یعنی اس کے مال میں اتنی ہی کمی واقع ہوتی جتنا کہ نقصان ہوتا۔ مگر کاروبار کرنے والے شخص ...... عامل ...... کو اپنے محنتانے سے ہاتھ دھونا پڑتا۔ بالفاظ دیگر اس کو وہ حصہ نہیں ملتا جو نفع کی شکل میں اس کو ملنا چاہیے تھا۔

اس کی مزید وضاحت اس دوسرے اقتباس میں ملتی ہے جس میں صراحتاً کہا گیا ہے کہ

" يدفع إنسان من ماله إلى إنسان آخر ۔"

''یعنی یہ دو شخصوں کے درمیان طے شدہ تجارتی معاملہ ہوا کرتا ہے۔''

اب ایک قدم آگے بڑھ کر غور کیجیے کہ

کیا کوئی شخص لاکھ دو لاکھ روپے کسی دوسرے شخص کو ذاتی جان پہچان کے بغیر دینے پر تیار ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں، جب تک وہ اس کے اخلاق، معاملات، لین دین، چال ڈھال اور کسی خاص میدانِ تجارت میں قابل بھروسہ اور قابل اعتبار مدت تک تجربے سے آگاہ نہ ہو۔ ان سب امور پر اطمینان کے بعد وہ کسی اتفاق پر اس شخص سے راضی ہوسکتا ہے۔

فردی معاملے کے بجائے بینک ڈپازیٹر اور تاجر کے سہ طرفہ تعلقات:

بڑے افسوس کے ساتھ مجھے کہنا پڑتا ہے کہ لوگ جب فقہ کی کتابوں میں کسی طریقۂ تجارت کو پڑھ لیتے ہیں تو فوراً آج کل کے اسالیب تجارت پر...... بغیر سوچے سمجھے...... اس کا اطلاق کر دیتے ہیں بغیر اس کے کہ وہ ان دونوں کا بہ نظر غائر تقابلی مطالعہ کر لیں اور ان کی مشترکہ اور مختلفہ چیزوں اور پہلوؤں کو دریافت کریں اور پھر ان میں مطابقت کی صورتیں سوچیں اور اگر یہ امر ممکن نہ ہو تو ان پر قابو پانے کے راستے تلاش کریں۔

آیئے! ہم قدیم مضاربہ اور اس دور میں بینک کی مضاربہ کی صورتِ حال کا تقابلی مطالعہ کریں:

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مضاربہ قدیمہ دو افراد کے درمیان طے پانے والا کاروباری طریقہ کار تھا جب کہ اب تین پارٹیز پائی جاتی ہیں: ①...... ڈپازیٹر، ②...... بینک، ③...... تاجر۔

تھوڑا گہرائی میں اترنے سے معلوم ہوگا کہ تاجر کو صرف بینک ہی جانتا ہے۔ رہا ڈپازیٹر تو وہ بالکل اس سے ناواقف ہوتا ہے۔

دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ ڈپازیٹر ...... شخص ہو یا کمپنی ...... ایک ادارے ...... بینک ...... کو اپنی رقم کاروبار میں، مضاربت کی بنیاد پر لگانے کے لیے دیتا ہے۔ سب لوگ ہی جانتے ہیں کہ بینک فرد کی بجائے ایک ادارہ ہے ...... مالیاتی ادارہ ...... جس کے پارٹنرز ...... شیئر ہولڈرز ...... ایک مجلس ادارت منتخب کرتے ہیں جو بینک کو چلانے کی ذمہ دار ہوا کرتی ہے۔ اس کے اپنے اندرونی قوانین کے علاوہ وہ مرکزی بینک کے قوانین کی بھی پابند ہوتی ہے۔ جہاں تک تاجر کا تعلق ہے تو وہ فرد بھی ہوسکتا ہے اور افراد کا مجموعہ بھی ہوسکتا ہے یعنی کمپنی۔ علاوہ ازیں تاجر کا اپنا ذاتی رأس المال نقد اور اثاثہ جات **(Assets)** کی شکل میں ہوسکتا ہے اور ہوتا بھی ہے۔ اگر وہ کمپنی ہو تو پھر کئی افراد کا سرمایہ اس میں لگا ہوا ہوتا ہے۔ مزید سرمائے کے لیے وہ ...... فرد، تاجر اور کمپنی ...... دونوں کے دونوں بینکوں سے قرض لیتے ہیں۔

اس قسم کے فرق کو دیکھے سمجھے بغیر، کتب فقہ میں پائے جانے والے سادہ ترین مضاربت کے تصور کو بینکوں پر چسپاں کر دیا جائے تو نتائج برعکس ہی ظاہر ہوں گے۔ ''سادہ ترین تصور مضاربت'' میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ امام شافعی نے اپنی کتاب ''الام'' میں اس تصور میں اضافہ کیا ہے۔ اس پر بحث کا یہاں موقع نہیں ہے۔

اوپر بیان کردہ امور کے علاوہ ''مضاربت کے میدان'' صرف اور صرف تجارتی سرگرمیوں تک محدود ہیں یعنی مالِ تجارت خریدنا اور ...... تیار اور حاضر مالِ تجارت ...... پہنچانا اور اس سے نفع حاصل کرنا۔ بالفاظ دیگر اگر کوئی تاجر مضاربت کی بنیاد پر کسی بینک سے اس طرح معاملہ کرے کہ وہ ۱۰۰ موٹر کاریں بنانے (ہاں! بنانے/ تیار کرنے) کا آرڈر دے تو یہ تمویل **(Financing)** ناجائز ہوگی کیوں کہ مالِ تجارت تیار ہونا چاہیے۔ اگر تیار کرنے پڑے جیسا کہ گیہوں کو پیس کر روٹی بنا کر بیچے تو یہ مضاربت باطل ہوگی۔ اُسے نفع صرف گیہوں سے حاصل کرنا ہے، گیہوں سے تیار ہونے والی اشیاء سے نہیں۔ اس تاجر کو صرف وہی کاریں طلب کرنا جائز ہے جو تیار ہو کر جہازوں پر چڑھانے کے لیے کھڑی ہوئی ہیں۔ اگر ان کی تیاری میں ایک مہینہ بھی لگ رہا ہے تو یہ چیز مضاربت میں ناجائز ہوگی جیسا کہ ایک ماہ بعد گندم کی فصل کٹے گی تو تاجر گندم حاصل کرے گا مگر معاملہ کٹی ہوئی گندم پر نہیں ہو رہا بلکہ اس فصل پر جو ابھی کھیت میں تیار ہو رہی ہے!!!

فرد، تاجر یا کمپنی کی صورت میں خریدی ہوئی اشیاء کو گوداموں میں یا محفوظ مقامات پر رکھنا اور ان پر خدمت کرنے والے ان مزدوروں کی مزدوریوں اور دیگر اخراجات کا تعین کرنا، ایک الگ مسئلہ ہے۔ نہیں معلوم ان بینکوں اور ان تاجروں نے اس کا کیا حل نکالا ہے؟

اس ضمن میں ایک نہایت درجے چبھتا ہوا مگر بہت ہی اہم سوال یہ بھی ہے کہ جب صرف بینک ہی تاجر کو، اس کے اخلاق ومعاملات اور اس کے سابقہ تجربات اور مارکیٹ میں اس کی ساکھ کو جانتا ہے تو کیا وہ اس نقصان کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہے جو صرف اس کے اپنے غلط فیصلے کی وجہ سے ڈپازیٹر کو پہنچ سکتا ہے؟

اس کا مطلب یہ ہوا کہ بینک کو بھی اپنا سرمایہ داؤ پر لگانا پڑے گا تاکہ نقصان کی صورت میں مجموعی رأس المال (ڈپازیٹر + بینک) سے ایسے وضع کیا جاسکے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ مضاربت کے بجائے سہ طرفہ شراکت **(Tripartite Partner Ship)** ہو جائے گی۔ اگر بینک صرف منافع میں اپنے آپ کو شریک کر کے ...... خدمات کے سوا ...... کچھ فی صد وصول کرتا رہا ہے تو یہ سود ہوا، حلال کمائی کا مال نہیں ہوا کیوں کہ بینک نے نہ تو پیسہ لگایا تھا اور نہ کوئی خسارے کا خطرہ ہی مول لیا تھا، تو پھر صرف نفع میں شرکت اور نقصان میں عدم شرکت اس کٹوتی کو حرام کر دیتی ہے جو وہ صرف منافع سے کاٹ لے۔ خدمات کی وصولی، معقول حدود میں، اس کا حق ہے اور وہ رقم جائز ہے۔ کیوں کہ اس کے مقابل کام کرنے والوں کی تنخواہیں، کرایہ وغیرہ سب شامل ہیں۔

یہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے۔ اس پر میں نے ۱۹۸۲ء۔۱۹۸۳ء میں لکھ دیا تھا۔ وہ انگریزی میں ایک چھوٹا سا پمفلٹ تھا جس کا عنوان

Al-Murabaha in theory & Practrce تھا۔ اس کو اسلامک اکیڈمی، کراچی نے شائع کیا تھا۔ دلچسپی رکھنے والے حضرات اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

یہیں سے میں یہ عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ ان نام نہاد اسلامی بینکوں کی نام نہاد فقہی کمیٹیوں پر بھروسہ کرنا بڑا مشکل مسئلہ ہے۔ کیوں کہ ایک من علم کے ساتھ دس من تجربہ اور سو من عقل اور تجربات چاہئیں۔ اس کے بغیر سب کچھ بیکار ہے۔ بالفاظ دیگر اس امت کو مجتہدین مطلق ...... ہر میدان میں مجتہدین و مطبقین مطلق ...... درکار ہیں۔ اس کو مردہ خانے میں مقلدین ...... ہر میدان میں اور ہر جگہ مقلدین ......ہی نے تو داخل کیا ہے!!!

اگر یہ بات فکری گرفت میں آ گئی تو امید کی روشنی پیدا ہوسکتی ہے ورنہ............

۸ جولائی ۲۰۰۸ء

((............②............))

اس قسط ......تیسری قسط...... میں جناب مولانا حافظ ذوالفقار علی صاحب نے ان دو معاملات پر بحث کی ہے۔ جہاں تک اجارۃ منہیۃ بالتملیک کا تعلق ہے تو وہ بیع مالا یملک کے تحت ایک ناجائز معاملہ قرار پاتا ہے خصوصاً ضمان جدّیہّ کے وجود کی وجہ سے جب بینک وہ چیز خریدتا بھی ہے تو ضمانت کے ساتھ کہ اُسے کسی حالت میں نقصان برداشت کرنا نہیں ہے جیسا کہ ایک مکان دار جس کا مکان مہینہ دو مہینہ سے خالی رہ سکتا ہے اور اسے ترمیمات اور ٹیکس وغیرہ بھی برداشت کرنا پڑتا ہے اور وہ یہ نقصانات برداشت کرنے پر مجبور ہے۔ یوں مولانا کا یہ قول بالکل صحیح کہ (نام نہاد۔ الکاف) اسلامی بینک ایک نان رسک ***(Non Risk)*** ادارہ ہے!!!

یاد رکھیے اسلامی بینک وہ بینک ہے جو نفع نقصان دونوں میں شریک ہوتا ہے۔ جدید مغربی بینکنگ کا سب سے بڑا عیب ہی یہ ہے کہ نہ تو خود بینک ہی نقصان برداشت کرنے پر تیار ہوتے ہیں اور نہ ڈپازیٹرز ہی نقصان برداشت کرتے ہیں۔ سارا نقصان تو سرمایہ کار، تاجر کو برداشت کرنا پڑتا ہے اگر فائدہ ہو تو بھی بینک اور ڈپازیٹرز فائدہ میں رہتے ہیں اور اگر تاجر/ سرمایہ کار کو نقصان ہوا تب بھی بینک کا سود مع قرض کے تاجر/ سرمایہ کار کی گردن میں لٹکا رہتا ہے اور جب تک وہ ان کو ادا نہ کرے اس کی گلو خلاصی نہیں ہوتی۔ اگر تاجر/ سرمایہ کار نے اعلانِ افلاس کیا تو مرکزی بینک ڈپازیٹرز کے رقومات ادا کرنے کا ذمہ دار ہو جاتا ہے۔

اسی لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسی بینک کاری کا آغاز کیا جائے جس میں خطرات Risk تینوں اطراف ...... ڈپازیٹر، بینک اور تاجر...... میں خاص نسبتوں سے ۶۰%، ۲۰%، ۲۰%، یا ۴۰%، ۳۰%، ۳۰%، سے تقسیم کیے جائیں۔ بالفاظ دیگر نفع کی صورت میں بھی وہ ان ہی نسبتوں سے شریک ہوں گے اور نقصان کی صورت میں بھی وہ ایسی نسبت سے نقصان برداشت کریں گے۔ یہی عین انصاف بھی ہے اور انصاف کا تقاضا بھی ہے۔

آج کل جو عالمی مالی بحران پیدا ہوگیا ہے اور جس کو ''جائیدادوں کے رہن کا بحران'' کا نام دیا جاتا ہے اس کا سبب ہی یہ ہے کہ لاکھوں کروڑوں مکانات کے خریداروں نے اپنی ماہوار رہن کی قسطوں کو ادا کرنے سے ہاتھ دھو لیا ہے۔ کیوں کہ ان کی مالی استطاعت اس لائق نہیں ہے کہ وہ یہ اقساط ادا کرسکیں۔ یہ خسارہ کئی ٹریلین ڈالر......کم از کم ۳۰ ٹریلین ڈالر...... سے عبارت ہے۔ یہ کہاں سے آئیں گے؟ کہیں سے بھی نہیں!!! یہ بحران یوں ہی چلتا رہے گا اور دل بہلاوے کی تدبیریں اور وعدے کیے جاتے رہیں گے!!!

ہوا یہ ہے کہ ان مکانات کے خریدار تاجر نہیں بلکہ عام شہری ہیں۔ ان کا کل سرمایہ یہ مکانات ہیں جو انہوں نے باقساط خریدا تھا اور جس کے سارے کے سارے خطرات Risk بینکس اور ڈپازیٹرز نے بڑی ہوشیاری سے ان خریداروں کی طرف منتقل کر دیئے تھے۔ اب امریکی انتظامیہ کے لیے ایک ہی راہ باقی رہ گئی ہے اور وہ یہ کہ وہ ان خریداروں کو ان کے مکانات سے باہر کر کے سڑکوں پر رہنے پر مجبور کرے۔ ان کی تعداد لاکھوں بلکہ کروڑوں میں ہے۔ اس لیے یہ اقدام

کرنے سے امریکی حکومت ڈر رہی ہے۔ ان اسباب پر اس مضمون میں بحث کرنے کا موقع نہیں ہے جو اس بحران کے ذمہ دار ہیں لیکن نان رسک بینکنگ کا راز اور اس کی ناکامی کا اصل سبب سمجھنے کا یہ بہترین نمونہ ہے!!!

قارئین کی سہولت کے لیے یہ عرض کرتا ہوں کہ سیکنڈری مارکیٹ میں ان کی سندات کو فروخت کر کے دلالوں نے نقد رقومات حاصل کر لی ہیں لیکن جب ادائیگی کا وقت آیا تو پتا چلا کہ مکانوں کے خریدار افلاس کا شکار ہو چکے ہیں۔ ایک تو ڈالر کی گری ہوئی قوت خرید کی وجہ سے، دوسرے بڑھتی ہوئی بے پناہ مہنگائی کی وجہ سے اور عام بیروزگاری کی وجہ سے۔ وہ اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ وہ اپنی اپنی اقساط پابندی سے ادا کر سکیں۔ خیال رہے کہ یورو کے مقابلے میں اب ڈالر ۱٫۵۷ ہے یعنی ڈالر کی قیمت صرف ۴۳ یا ۴۴ یا زیادہ سے زیادہ ۴۵ سینٹس ہی ہے یعنی نصف سے بھی کم!!!

اب آپ تصور کریں کہ نصف سے کم قیمت کے ڈالر سے وہ شخص جس نے مکان پانچ یا دس سال قبل خریدا تھا کس طرح اقساط ادا کر سکتا ہے جب کہ اس کی آمدنی صرف ۴۴% یا ۴۵% ہی رہ گئی ہے!!! یہ ہے اصل راز موجودہ عالمی بحران کا۔ اس کو اچھی طرح سے سمجھنے اور ہضم کرنے کی ضرورت ہے۔ جب تک یہ درس اچھی طرح ہضم نہیں کر لیا جاتا اس وقت تک اسلامی بینکنگ کے قیام کا تصور شیخ چلی کا خواب ہے۔ اس میں اسٹاک مارکیٹس کے سوقِ اوّلی Prime Market اور سوقِ ثانوی Sub prime Market کے رول میں بہت سے عبرتناک پہلو پنہاں ہیں۔ ان کو سمجھنے اور ان میں سٹہ بازی اور صرف اور صرف کاغذوں ...... وعدوں سے عبارت کاغذوں ...... کے تبادل کے خطرناک نتائج کو سمجھنے اور ان سے بچنے کی ضرورت ہے۔

اس پر میں نے مفصل گفتگو اپنے پمفلٹ Organistaion of credit operations under Islamic banking system میں کی ہے اور ''خطرات کی عادلانہ تقسیم کا تصور'' Equitable distribution of risks concept کے نام سے ایک نظریہ/تصور بھی پیش کیا ہے۔ اس کو اسلامک ریسرچ اکیڈمی کراچی نے ۱۹۸۲ء/ ۱۹۸۳ء میں شائع کیا تھا۔ یہ تصور اس لیے مقبول نہیں ہو سکا کہ اس وقت تک رسک کے بارے میں شعور پختہ نہیں ہوا تھا۔ شاید اب اس کو قبولیت عام حاصل ہو۔ یہ تینوں شرکاء میں خطرات کو خاص نسبتوں سے تقسیم کرتا ہے جیسا کہ اوپر اشارہ گزر چکا ہے۔ دلچسپی رکھنے والے حضرات اس پمفلٹ کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

دوسرا موضوع جس پر مولانا ذوالفقار علی صاحب نے گفتگو کی ہے وہ مشارکۃ متناقصہ ہے۔ اس سلسلے میں مولانا نے بڑی پتے کی بات کی ہے کہ ''ظاہر ہے جب ذخیرۂ حدیث وفقہ میں اس اصطلاح کا ذکر ہی نہیں تو ہمیں اس کی حقیقت جاننے کے لیے اسلامی بینکنگ کے ماہرین (؟اکاف) کی طرف رجوع کرنا پڑے گا......!''

لیکن جب اس شراکت کی سیدھی سادی شکل کو کھینچ تان کر کے فقہ کی کتابوں میں موجود تعریف پر چسپاں کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ''مشارکۃ متناقصہ شرکۃ عنان میں داخل نہیں ہے۔''

میں اپنی ناقص عقل سے یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ہم کیوں ہر نئی شکل کو ان کتابوں میں تلاش کرنے پر تلے رہتے ہیں جن کے لکھنے والوں کے زمانوں میں یہ چیز سرے سے موجود ہی نہیں تھی۔ یہ نتیجہ ہے اس آیت کریمہ کو نہ سمجھنے کا کہ

﴿ تلك امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ج ولا تسئلون عما كانوا يعملون ﴾ [البقرة:١٣٤]

اسی آیت کو بعینہٖ اللہ تعالیٰ نے اسی سورت کی آیت ۱۴۱ کی حیثیت سے اس لیے پیش فرمایا ہے کہ ہر نسل Generation گزری ہوئی نسلوں پر تکیہ کر کے نہ بیٹھی رہے بلکہ اُسے اپنی ذمہ داری پر عمل کر کے اس کے نتائج بھگتنا ہیں یعنی اجتہاد سے کام لینا ہے۔ سوچ بچار کرنا ہے، پوری ذمہ داری اور جواب دہی کے احساس کے ساتھ۔

اس لیے ہمیں ہر نئی چیز میں یہ بات دیکھنی چاہیے کہ آیا وہ بذاتِ خود یا اس کا کوئی جزء خلاف شریعت ہے یا نہیں۔ اگر وہ شرعاً مقبول ہے اور قابل اعتراض اور ناجائز نہیں ہے اور آگے چل کر اس کے مضر اثرات

ظاہر نہیں ہو سکتے ہیں تو ہمیں اُسے قبول کرنا چاہیے اور اس کا تجربہ کرنا چاہیے اور اگر تجربات سے اس میں کہیں نقص/عیب نظر آئے تو اس کو ختم کر کے اس نظریے/تصور کو بہتر بنانا چاہیے۔ یہی ترقی کی راہ ہے۔

نظریہ سازی اس کی تطبیق تجربات کے ذریعہ اور نقص سے پاک کرنے کی کوشش اور اگر ناکام اور ناقابل عمل نظر آیا اور ثابت ہوا تو پھر نیا نظریہ ایجاد کرنے کی کوشش، اس کا تجربہ اور اس کو زیادہ سے زیادہ کامل اور قابل عمل بنانے کی کوشش ورنہ ہم آج جہاں کھڑے ہیں سو دو سو سال بعد بھی وہیں کھڑے رہیں گے۔ اس میں اس بات کی حرص شدید کرنی چاہیے کہ نظریہ اور تجربہ دونوں شرعی عیوب اور اعتراض سے مبرا ہوں۔

اب اس مشارکۃ متناقصہ ***(Biminishing partnership)*** ہی کو لیجیے۔ اس میں مجھے کوئی شرعی عیب نظر نہیں آتا ہے اگر:

① ......فروخت کرنے والا اپنی قیمت خرید پر معقول ...... ہاں معقول ناکہ خریدار کی ضرورت کو دیکھ کر غیر معمولی نفع کمائے ...... قیمت مقرر کرلے۔

② ......مکان کا کرایہ بھی مارکیٹ ریٹ کے مطابق ہو جو اس کے لیے حلال ہوگا۔ کیوں کہ خریدار کو تو ہر حال کرایہ دینا ہی ہے۔ اس لیے مارکیٹ ریٹ پر کرائے کا مکان دونوں کے لیے حلال اور جائز ہے۔ بالفاظِ دیگر اگر اس کو نہ دیا تو کسی اور کو تو دینا ہی ہے۔

یہ اس لیے ضروری ہے کہ اقساط کے ساتھ مدت کے اعتبار سے سود لگا کر قیمت مکان دگنی، تگنی بلکہ اس سے بھی زیادہ کر دی جاتی ہے۔ اس سے بچنے کے لیے مکان کی قیمت اور کرایہ دونوں معقول ہوں۔ معقولیت اور عدم معقولیت کے لیے ماہرین کی خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اس سے دونوں فریقین مطمئن ہو سکتے ہیں۔

اگر دیانت دار اور غیر جانبدار قیمت مقرر کریں اور کرایہ طے کریں تو یہ سودا بالکل حلال ہے۔ یہ میری رائے ہے شاید غلط بھی ہو۔

یہی چیز میں نے Al-murabaha in theory & practice میں مثالوں سے ثابت کی تھی۔

اگر کوئی صاحب Organisation والا مذکورہ بالا پمفلٹ لے کر اس کا ترجمہ بالاقساط شائع کریں اور Al-Murabaha سے مثالیں نقل کریں تو بہت بہتر ہوگا۔ اب یہ میرے پاس نہیں ہیں۔ اس لیے مجبوری ہے۔ لاہور اور کراچی میں یہ ضرور دستیاب ہوں گے۔

بہر حال خوشی اس بات کی ہے کہ اب نام نہاد اسلامی بینکنگ کو جانچا اور پرکھا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری رہنمائی فرما کر سود سے ہر طرح اور ہر شکل میں بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

۱۶ جولائی ۲۰۰۸ء

الحمد لله علی ذلك والصلوٰة والسلام علی من لا نبی بعده وعلی آله واصحابه اجمعین.

مفکر اسلام حضرت مولانا معین الدین لکھوی ﷾ کے لیے دعائے صحت

بزرگ عالم دین، سابق رکن قومی اسمبلی اور مرکزی جمعیت اہل حدیث کے مرکزی سرپرست مفکر اسلام حضرت مولانا معین الدین لکھوی ﷾ بوجہ علالت صاحب فراش ہیں۔ احباب جماعت موصوف کی صحت کاملہ کے لیے دعا فرمائیں۔

[انوار الحق چوہان، اوکاڑا]

اظہارِ تعزیت

بلتستان کے مشہور و معروف جامعہ ''دارالعلوم غواڑی'' کے پرانے مدرس مولانا عبدالباقی خان ﷾ کی پہلی اہلیہ اور دارالفرقان احیاء التراث الاسلامی الکویت کی جانب سے پشاور میں مقیم مولانا سلیم بن عبدالباقی خان مدیر شعبہ ایتام کی والدہ محترمہ ۱۰ اور ۱۱/ اگست ۲۰۰۸ء کی درمیانی رات مختصر علالت کے بعد وفات پا گئیں۔

انا لله وانا الیه راجعون

اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰی وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی .

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے لواحقین کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

[شریکِ غم: ابو عمار عبدالرحمٰن بلتی وادارہ الاعتصام لاہور]

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

ماہِ شعبان، فضائل، اعمال اور بدعات

مؤلف: عبداللہ ظہیر بن ابراہیم

ضخامت: ۷۱ صفحات

طبع اوّل: اگست ۲۰۰۷ء

قیمت: ۳۶ روپے

ناشر: دار المتقین B94 قذافی پارک گلشن راوی لاہور

ملنے کا پتا: مکتبہ اسلامیہ لاہور 7244973

تبصرہ نگار: ابوبکر ظفر

ماہِ شعبان طلوع ہو چکا ہے، رسول اللہ ﷺ اس مہینہ میں بہ کثرت روزے رکھا کرتے تھے۔ یعنی رمضان کے بعد سب سے زیادہ اس مہینہ میں اس قدر روزے رکھتے کہ کسی دوسرے مہینہ میں اتنے روزے نہیں رکھا کرتے تھے۔ لیکن ہمارے ہاں عجیب اتفاق ہے کہ سنت کا اہتمام کرنے سے گریز کیا جاتا ہے جب کہ ان کی جگہ ایسی ایسی بدعات رواج پا چکی ہیں کہ جن میں سنت کی واضح مخالفت پائی جاتی ہے۔

زیرِ تبصرہ کتابچہ میں مولانا عبداللہ ظہیر حفظہ اللہ نے ماہِ شعبان کے متعلق نہایت عمدگی کے ساتھ اس سے متعلق مسائل کو جمع کیا ہے۔ پہلے تعارف اور وجہ تسمیہ پھر ماہِ شعبان اور اس کی پندرھویں تاریخ کے متعلق احادیث اور ان کا استنادی مقام بیان کیا ہے۔ اس کے بعد ماہِ شعبان کے مسنون اور ممنوع اعمال بیان کیے، پھر بدعت کی تعریف، شب براءت کی تحقیق اور اس رات میں مروّجہ بدعات وغیرہ۔ اس طرح مولانا نے اس مختصر کتابچہ میں ماہِ شعبان سے متعلقہ تمام امور کو بہت خوبی کے ساتھ لکھا ہے۔

یہ کتابچہ دراصل ایک مضمون تھا جسے جامعہ ابن تیمیہ رائے ونڈ روڈ لاہور، کے نمائندہ سہ ماہی مجلّہ نداء الجامعہ کے لیے لکھا گیا، دورانِ تحریر یہ اس قدر پھیل گیا کہ کتابچہ کی صورت اختیار کر گیا۔ لیکن اس میں وہ تمام سوالات جو عموماً احباب کو پیش آتے ہیں اسی طرح وہ تمام مسائل جو اہل علم اس عنوان پر بیان کرنا چاہتے ہیں سب کچھ ان چند صفحات میں سمو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتابچہ، لکھنے والے، اور اس کی نشر و اشاعت میں ہر طرح سے حصہ لینے والوں کے لیے اجر و ثواب کا باعث بنائے، آمین۔

البیان المحکم

مؤلف: ابومعاویہ حافظ عبدالغفور

ضخامت: ۹۶ صفحات

طبع اوّل: مارچ ۲۰۰۷ء

قیمت: موجود نہیں

ناشر: اہل حدیث یوتھ فورس محمدی مسجد فاروقہ

ملنے کا پتا: النور اکیڈمی/ مکتبہ ثنائیہ B-19 سرگودھا

تبصرہ نگار: ابوبکر ظفر

اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر یہ بہت بڑا احسان فرمایا کہ جانوروں سے ممتاز کرتے ہوئے بذریعہ نکاح مخالف جنس سے اختلاط کی صورت پیدا فرمائی اور چند شرائط کے ساتھ اس کے عقد کا قانون بنایا۔ اس ازدواجی زندگی کو خوشگوار رکھنے کے لیے اصول وضوابط بھی بیان فرمائے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے ازدواجی زندگی خوشگوار نہ رہے تو علیحدگی کی اجازت طلاق وغیرہ کی صورت میں رکھی ہے۔ طلاق کا ضابطہ ایسا سخت رکھا کہ بہت کم لوگ اس کا لحاظ رکھتے ہیں۔

یہ مسئلہ بالخصوص ہمارے ہاں فقہائے حنفیہ اور علمائے اہل الحدیث کے مابین خاصہ مختلف فیہ ہے۔ اسی تسلسل میں مفتی عبدالقدوس نے ایک رسالہ بہ عنوان ''ایک مجلس کی تین طلاق کا شرعی حکم'' شائع کیا، اس کے جواب میں فاضل حافظ عبدالغفور صاحب نے زیرِ نظر رسالہ لکھا اور اس میں ان کے بیان کردہ دلائل کو الگ الگ کر کے ردّ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ عقلی اور نقلی دلائل پیش کیے۔ آخر میں حلالہ اور نکاح میں فرق کے عنوان پر مختلف دلائل اور صحابہ کرام کے آثار پیش کیے ہیں۔ عجیب معاملہ ہے کہ حلالہ

کروانے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت منقول ہے۔لیکن بعض لوگ اس لعنت کو رحمت بنانے پر مصر ہیں۔اللہ انھیں ہدایت دے اور ہم سب کو قرآن وسنت کی تابع داری کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

تحریک ختم نبوت (حصہ چہارم)

مرتب: ڈاکٹر محمد بہاؤالدین (برطانیا)
ضخامت: ۵۷۶صفحات
قیمت: درج نہیں
خصوصیات: عمدہ سفید کاغذ، کمپیوٹر کمپوزنگ، مضبوط جلد
ناشر: مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، غزنی سٹریٹ، لاہور
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

عقیدۂ ختم نبوت ہر مسلمان کا بنیادی اور مستقل عقیدہ ہے۔نبوت کا دروازہ اللہ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر بند کر دیا گیا ہے۔اسی طرح اس عقیدے کی پختگی ایسی ہے کہ سچے انبیاء اور رسل کے سلسلے کی آخری کڑی جناب نبی آخر الزماں ﷺ پر ختم کر کے اللہ کریم نے تا قیامت کسی نئے نبی یا رسول کے آنے کی ضرورت ہی ختم فرمادی۔فرمانِ نبی آخر الزماں ﷺ کے مطابق تیس کذاب اپنی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ان جھوٹے کذابوں میں سے ایک مسیلمہ تھا اور انھی کذابوں میں سے ایک کذاب مسیلمۂ پنجاب، مرزا غلام احمد قادیانی بھی گزرا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں جن حضرات نے اوّلین بحث ومباحثہ کر کے اور جن کے علمی معرکے بپا ہونے سے مرزائی عقائد ونظریات کی بیخ کنی ہو کر طشت از بام ہوئی۔ان شخصیات میں اہل حدیث علمائے کرام ہراول دستے میں شامل ہوئے اور انھوں نے سب سے پہلے مرزائی عقائد کے خلاف فتویٰ دے کر اور قادیانی امت کو امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے الگ کر دیا تھا۔

۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، ۱۸۹۲ء اور ۱۸۹۳ء میں پھر اس نے مسیح موعود، ظلی وبروزی نبی وغیرہ کے دعوے کر دیے۔چناں چہ اس دور میں اہل حدیث کے سرخیل مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ اور ان کے تلمیذ رشید جناب مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی رحمہ اللہ نے مرزا قادیانی کے متصادم اسلام عقائد کی وجہ سے فتویٰ تکفیر جاری کر دیا۔اس فتوے کی تصدیق کے لیے مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کو برصغیر کے دور ونزدیک کے تمام علمائے اسلام یعنی بلا تفریق مسلک ومشرب شخصیات کے دستخط اس فتوے پر لینے پڑے۔یہ فتویٰ تکفیر مولانا بٹالوی رحمہ اللہ نے اپنے رسالے ''اشاعۃ السنہ'' کی جلد نمبر ۱۳ میں درج کر کے شائع کر دیا تھا۔۱۹۸۰ء میں دارالدعوۃ السلفیہ، شیش محل روڈ لاہور نے اس فتاوے کی فوٹو لے کر ''مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف برصغیر کے علمائے اسلام کا اوّلین فتوائے تکفیر'' کے نام سے شائع کیا تھا۔

زیر تبصرہ کتاب ''تحریک ختم نبوت'' جلد چہارم ۱۸۹۲ء سے ۱۹۱۲ء کے درمیان کے عہد کی ہے۔یوں تو مرزا قادیانی کے خلاف لٹریچر لکھنے والے زعمائے اسلام کی بیش بہا کتب ولٹریچر خوانندگانِ تحریک ختم نبوت کو میسر آئے گا مگر مرزا قادیانی کے خلاف اہل حدیث کی اوّلیات کے بارے بڑا غلط پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔''تحریک ختم نبوت'' کی کل چھ جلدیں مرتب نے ترتیب دی ہیں۔زیر تبصرہ چوتھی جلد ہے اور اس سے قبل تین جلدیں چھپ چکی ہیں۔۲۰۰۱ء سے اس کتاب کا سفر شروع ہو چکا ہے۔ہندوستان، پاکستان اور برطانیا میں یہ چھپ کر مارکیٹ میں آ چکی ہیں۔

مرتب موصوف جماعت اہل حدیث کے بزرگ خطیب ومبلغ حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداس پوری حفظہ اللہ کے صاحب زادۂ گرامی قدر ہیں۔عرصے سے برطانیا میں مقیم ہیں۔تصنیف وتالیف کے علاوہ اسلامی تاریخ پر ان کی گہری نظر ہے۔اہل حدیث مسلک کی محبت اور اس مسلک کی خدمات کو اجاگر کرنا ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔تاریخ اہل حدیث پر بھی خامہ فرسائی فرما رہے ہیں۔ان کی یہ کتاب بھی زیر ترتیب ہے اور بصورت مضامین ماہنامہ ''صراطِ مستقیم'' برمنگھم لندن سے قسط وار شائع ہو رہی ہے۔مرتب موصوف نے مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ میاں صاحب دہلوی رحمہ اللہ کی مراسلت اور مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے علمی وتحقیقی مباحثے اور تحریروں کے اقتباسات بھی شائع کیے ہیں۔جن سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ علمائے اہل حدیث نے ہر جگہ مرزا غلام احمد کا ناطقہ بند کیے رکھا۔

ڈاکٹر بہاؤالدین صاحب کے والد گرامی قدر حضرت گورداس پوری حفظہ اللہ فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ کے آخری زمانے کے رفیق ہیں اور شیر اسلام مولانا امرتسری رحمہ اللہ کے جنازے میں شریک ہونے کا شرف بھی انھیں حاصل ہے۔ختم نبوت کے مجاہد اور اس حوالے سے قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔۱۹۴۹ء سے بورے والا میں ایک ہی مسجد میں امامت وخطابت فرما رہے ہیں۔مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ کے واقعات وحالات اور ان کے رفیق سفر ہونے کے ناطے ان کا بڑا مقام ہے۔اللہ تعالیٰ انھیں صحت کاملہ سے نوازے، آمین۔

تبصرہ کے ضمن میں عرض ہے کہ یہ کتاب تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں اصل اور صحیح معلومات پر مبنی ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے زمانے میں اور اس کے ساتھ براہِ راست مباحثوں ومناظروں وتحریروں پر مشتمل واقعات پر مشتمل ہے۔

۵۷۶ صفحات کی اس کتاب میں زبان اردو نہایت شستہ اور عام فہم ہے اور بزرگانِ اسلام کی مساعی پیش کر کے تحریک ختم نبوت کو بڑے جچے تلے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ جمعیت اہل حدیث برطانیا کے عالم دین مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی، مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ اور جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم اعلیٰ مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کی تقاریظ وتبصرے بھی زینت کتاب ہیں۔

ایسی کتاب کا مرتب ہونا بہت پہلے ضروری تھا مگر ''دیر آید درست آید'' کے مصداق بڑی مفید اور نافع کتاب منظر عام پر آ گئی ہے۔ اسے ہر اہل حدیث صاحب ذوق فرد اور لائبریری کی زینت بننا چاہیے۔ ہم جہاں مؤلف موصوف کی اس تاریخی کتاب کی تصنیف پر مبارک باد پیش کرتے ہیں وہاں ناشر کی ایک عظیم خدمت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ جن کی مساعی جمیلہ سے یہ کتاب شائع ہوئی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

سیدنا ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ درعدالت انصاف

تالیف: **محمد ارشد کمال**

ضخامت: **۱۳۶ صفحات**

قیمت: **درج نہیں**

ناشر: **مکتبہ اسلامیہ، رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور**

تبصرہ نگار: **محمد سلیم چنیوٹی**

زیر تبصرہ کتاب ایک مشہور بدری صحابی رسول جناب ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کے دفاع کے طور پر تالیف کی گئی ہے۔ جناب ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بعض خطیب حضرات ایک من گھڑت روایت بیان کر دیا کرتے ہیں اور یہ روایت بعض تفاسیر میں بھی درج چلی آ رہی ہے۔

اس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ ''جناب ثعلبہ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے اپنے مال میں برکت کے لیے دعا فرمانے کا اظہار کیا۔ چناں چہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے مال میں برکت کی دعا فرما دی اور یہ دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو کر جنابِ ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے مال میں اضافہ وبرکت کا باعث بنی۔ اسی اثنا میں جناب ثعلبہ رضی اللہ عنہ اپنے مال کی کثرت میں اتنے مشغول ہو گئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو نمازوں اور جمعہ وعیدین کی خبر بھی نہ رہی اور زکوٰۃ تک کی ادائیگی سے بھی انکاری ہو گئے۔'' العیاذ باللہ من ذلک

میدانِ بدر میں غزوہ بدر کے شرکاء نے جس طرح جرأت وبسالت کے جوہر دکھائے اور کفار کی کثیر تعداد کے سامنے صرف تین سو تیرہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جس طرح توحید ورسالت کے نغمے بلند کیے تھے، اس پر شرکائے بدر کی مغفرت کا تمغہ تفخر انھیں عطا کیا گیا۔ ان شرکائے بدر میں سے ایک سیدنا ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اور ان کے جنتی ہونے میں ذرہ بھر بھی شک نہیں کیا جاسکتا ورنہ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمانوں میں شمار ہونے کا احتمال رہے گا۔

اس گراں قدر کتاب کے مؤلف ہمارے فاضل دوست محمد ارشد کمال نے بڑی محنت اور شدید جستجو کی بدولت سیدنا ثعلبہ بن حاطبؓ کی صفائی کے طور پر اتنے دلائل وبراہین کے انبار لگا دیے ہیں کہ اب کوئی بھی انصاف پسند مؤلف، مبصر، مصنف، ادیب یا خطیب صاحب سیدنا ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کردہ اس موضوع روایت کو قبول یا بیان نہیں کر سکے گا۔

جناب محمد ارشد کمال صاحب نے کمالِ محبت سے اس کتاب کو مرتب فرمایا ہے اور اہل علم ودانش کی لکھی گئی تفاسیر وتراجم قرآنِ کریم سے تحقیق کے بعد سیدنا ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کے متعلق استعمال کیے گئے الفاظ کو من وعن نقل کر دیا ہے۔ مذکورہ کتاب ایک غیر تحقیق شدہ کتابچے ''ثعلبہ بن حاطب در عدالت قرآن'' کے ردّ کے طور پر مرتب کی گئی ہے۔

اب مذکورہ کتابچے کے مؤلف کو اس بدری صحابی رضی اللہ عنہ کے متعلق تحقیقی کتاب منظر عام پر آنے کے بعد اپنے غلط مؤقف سے دست بردار ہو جانا چاہیے۔ اللہ کریم اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق شکوک وشبہات سے ہمیں محفوظ فرمائے، آمین۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کے معاونین خصوصاً ہمارے بزرگ محترم مولانا ابوسعید محمد حسین اعوان باباجی کی سعی وتحریک کو قبول فرمائے۔ اور مؤلف وناشر اور تبصرہ نگار کو حب صحابہ رضی اللہ عنہم کی نعمت نصیب کرے۔ کتاب کمپیوٹر کمپوزنگ، سفید کاغذ اور کارڈ کور ہے۔ مؤرخ اہل حدیث حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ نے حرفے چند تحریر فرمایا ہے۔ جس سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی ہے۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم کو قبل تحریر لکھنا سنت، تعویذ لٹکانا ضلالت، پانی میں پھونک مارنا منع ہے۔ [قرآن وحدیث]

محترم جناب پیارے اہل حدیث بھائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

اللہ واحد القہار کی توفیق سے 14 شعبان 16 اگست بروز ہفتہ کو پانچ ہزار فٹ کے بلند مقام خوبصورت اور ٹھنڈے پہاڑوں میں تبلیغی اجتماع

تحفظ حرمت رسول ﷺ کانفرنس کلیال وادی سون چلو

غور فرمائیں موسم خوشگوار، ماحول پرسکون سرد ہوائیں چلتی ہیں۔ پہاڑی انار خلو۔ مشرکین کثیر۔ اہل حدیث قلیل محققین علمائے کرام خطاب عام فرمائیں گے۔ پانچ پختہ اہل حدیث ہمراہ لائیں سب کے لیے قیام، طعام، تبلیغی کتب خوبصورت سٹکرز، ان شاء اللہ

واللہ دنیا میں زلزلے اور عذابِ الٰہی شرک کی وجہ سے آتے ہیں اموت کو داتا وغوث اعظم کہنا، تقدیر کا مالک سمجھنا، شرک عظیم ہے۔ مشرک پر جنت حرام ہے خواہ آج کا نمازی ہو یا پدر پیغمبر اور پسر نوح علیہا السلام ہو۔ سچ فرمایا اللہ والے نے

تھپیڑے موج دریا کے نہ کھاتا کبھی بیٹا پیغمبر کا   اگر نگاہِ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

قارئین کرام! آپ بفضل اللہ تعالیٰ مسرور ہوں گے کہ کلیال وادی سون کا علاقہ جو صدیوں سے صدائے قال اللہ وقال الرسول کو ترس رہا تھا۔ شرک کی وبائی آندھیاں چلتی تھیں۔ دور دور تک کوئی مرکز توحید دکھائی نہیں دیتا تھا۔ صورت ہذا میں داعی الی اللہ کو تکالیف آتی تھیں۔ بایں ہمہ اللہ کریم نے ہمارے والد محترم قاری شاہ محمد ربانی سابق مدرس مسجد الحرام مکہ مکرمہ کو توفیق بخشی۔ تبلیغ شروع کی، ماشاء اللہ قرآن وحدیث کی تعلیم سے علاقہ ہذا کو منور اور معطر کیا جا رہا ہے۔ خوش نصیب علماء، حفاظ، قراء کی ایک مختصر جماعت بن چکی ہے۔ دو لاکھ تبلیغی کتب رسائل اشتہارات المسلم ڈائری جنتری خوبصورت سٹکرز تقسیم کیے گئے ہیں۔ پچاس تبلیغی اجتماعات ہو چکے ہیں۔ زمین خرید کر دو عالیشان مساجد ومدرسے زیر تعمیر ہیں۔ مسجد کے لیے ایک ٹین پانی کا پانچ روپے میں منگواتے تھے اب ماشاء اللہ مسجد میں میٹھا پانی مل گیا ہے۔ جوہر آباد بارہ مرلہ زمین خرید کر مدرسہ فاطمۃ الزہرا زیر تعمیر ہے۔ ۱۵۰ اطلبا اور طالبات کھلے آسمان کے نیچے زیر تعلیم ہیں۔ محترمہ ام عبدالقہار مدرسہ احسن طریق سے چلا رہی ہیں۔ مخلصین خصوصی توجہ فرمائیں۔ مجبوراً قرض بھی لینا پڑا جو ماہِ رمضان میں ادا کرنا ہے، ان شاء اللہ۔ منی آڈر مشرک کھا جاتے ہیں آپ چیک یا ڈرافٹ قاری شاہ محمد ربانی 6-1124 الائیڈ بنک خوشاب بھجوائیں۔ خبردار کوئی سود خور تعویذ فروش نائی فوٹو گرافر مشرک وبدعتی ہماری مساجد ومدارس کے لیے روپے نہ دے مشرک کے اعمال برباد ہیں۔ یاد رہے ابوزید سروجی کا بیٹا عبدالباسط علم دین راجووال ہمارے مدرسہ کا سفیر زبیر موچی بریلوی کا چیلہ عبدالحمید مراثی بریلوی کا مرید بن کر نمک حرام ہو گیا ہے۔ ہم نے اپنے مدرسہ سے نکال دیا ہے۔ احباب اس کو ہرگز چندہ نہ دیں بلکہ پکڑ کر ہمارے حوالہ کریں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ہم ہیں آپ کے اسلامی بھائی۔

قاری عبدالوہاب اعوان ناظم مدرسہ فاطمۃ الزہرا جوہر آباد، خوشاب۔ موبائل: 0333-6813820

حافظ عبداللہ اعوان مدرس مدرسہ دارالسلام کلیال وادی سون۔ فون: 0454-203447

مولوی عبدالستار اعوان خطیب جامع مسجد ربانی کلیال وادی سون، خوشاب۔ موبائل: 0334-7533601

(۱)...... راستہ خوشاب سے سوڈی موڑ وادی سون پھر ویگن برائے کلیال

(۲)...... پشاور سے آنے والے تلہ گنگ سے جابہ موڑ پھر نوشہرہ وادی سون پھر کلیال سے ویگن

فائدہ: یہاں پہاڑوں میں مرغی خانہ اور رہائشی مکان بنوانے والے پہلے فون پر رابطہ کریں، پھر اطلاع ملنے پر تشریف لائیں۔

معہد اللغۃ العربیۃ اسلام آباد کی مدد کیجئے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق سے یہ ادارہ ممتاز ماہر تعلیم مولانا محمد بشیر کی زیر نگرانی 1983ء سے وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں کرائے کی عمارتوں میں کام کررہا ہے، اور اب تک جڑواں شہروں، جماعت اہلحدیث کی سطح پر نیز ملکی وقومی سطح پر عظیم اور مثالی خدمات انجام دے رہا ہے، اور اب موجودہ مہنگائی کے باعث سخت مالی مشکلات سے دوچار ہے۔ اب ہماری ضروریات میں (۱) غریب طلبہ وطالبات کی کفالت (۲) ادارے کی عمارت کیلئے مناسب پلاٹ کا حصول (۳) اور عمارت کی تعمیر کے اخراجات شامل ہیں۔ اسلئے ہم اس اہم جماعتی اور ملکی وقومی منصوبے میں تمام اہل خیر سے زکوٰۃ فنڈ، عشر، صدقات وعطیات سے تعاون کی درخواست کرتے ہیں۔

ہماری نمایاں خدمات کی ایک جھلک

۱- ملک میں تعلیم قرآن کریم کے جامع اور زیادہ مؤثر اسلوب کا تعارف

۲- ملک کی تاریخ میں پہلی بار عربی کو آسان، دلچسپ اور زندہ وترقی یافتہ زبان کے طور پر پیش کرنے کا اعزاز

۳- علم صرف ونحو کو آسان اور شیریں اسلوب میں پیش کرنے کا اعزاز

۴- شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کے فتاویٰ کبریٰ کا اردو ترجمہ شروع کرنے کا اعزاز (جلد 19 اور 20 کا ترجمہ زیر طبع ہے)

۵- خلافت راشدہ کے مثالی کارناموں پر جامع کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء مؤلفہ محدث شاہ ولی اللہ دہلوی کا فارسی سے عربی ترجمہ (تاکہ پورا عالم اسلام اس سے استفادہ کرے)۔ بیرون ملک زیر طبع ہے۔

۶- وطن عزیز کے اسلامی مدارس کی ترقی اور جدید تشکیل کے منصوبے پر کام جاری ہے۔

رابطے اور ترسیل زر کا پتہ: انسٹیٹیوٹ آف عربک لینگوایج، اکاؤنٹ نمبر 1-2523، الائیڈ بینک آبپارہ مارکیٹ اسلام آباد

مولانا محمد بشیر پرنسپل معہد اللغۃ العربیۃ، بلاک 105، سٹریٹ 32، آئی اینڈ ٹی سینٹر، G-9/1، اسلام آباد، فون 051-2253733